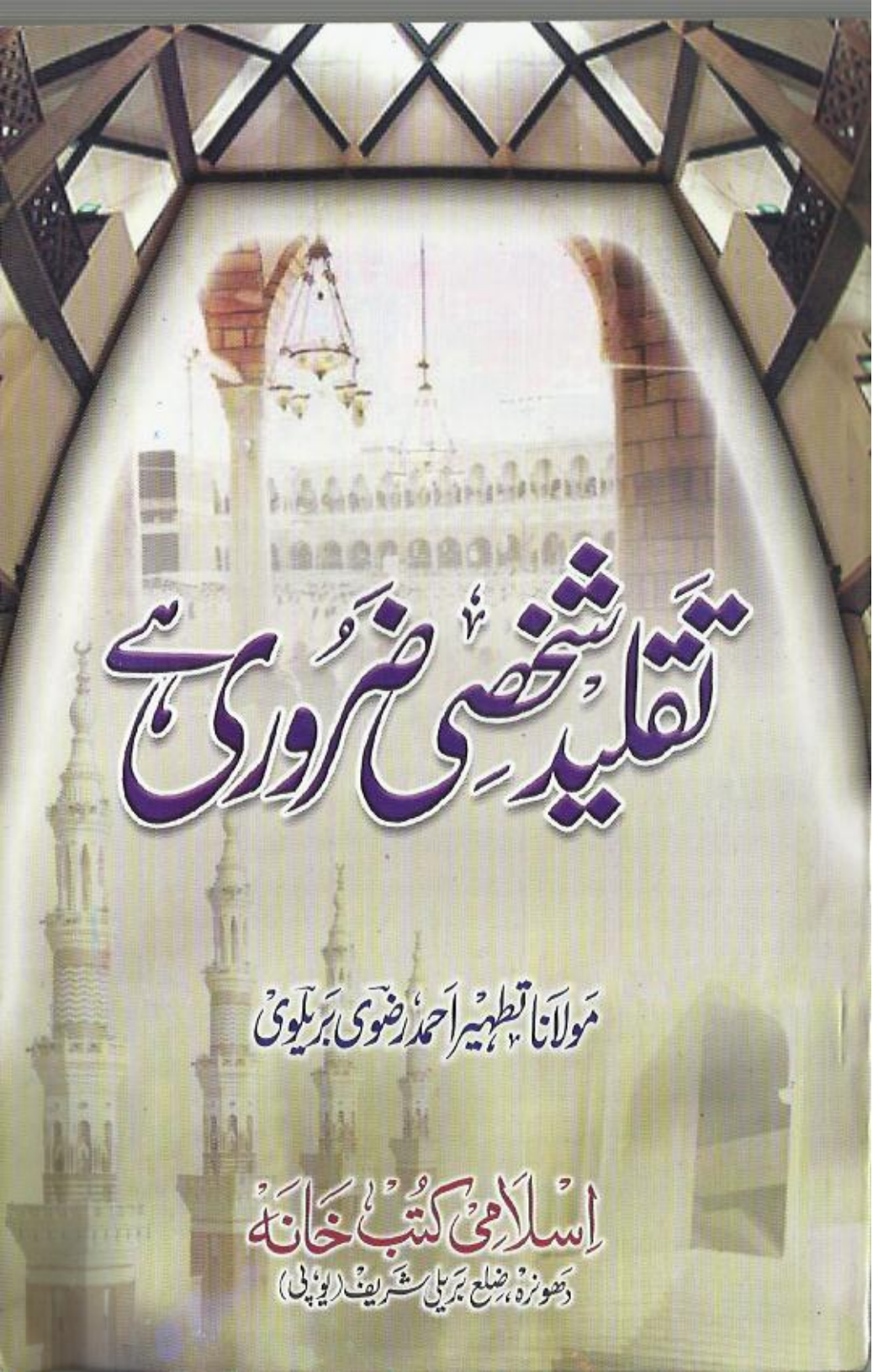

تقلیدِ شخصی ضروری ہے

مولانا تطہیر احمد رضوی بریلوی

اسلامی کتب خانہ
دھونرہ، ضلع بریلی شریف (یوپی)

STUDY PERIOD
FROM 25/FEB/2014 TO 27/FEB/2014

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ط

جس دن ہر جماعت کو ہم اسکے امام کے ساتھ بلائیں گے (القرآن)

اہل حدیث غیر مقلدین کے تقلید ائمہ سے متعلق اعتراضات کا مکمل و مفصل و مدلل و مسکت جواب

بنام

تقلید شخصی ضروری ہے

اضافہ شدہ جدید ایڈیشن

مُرتبہ

مولانا تطہیر احمد رضوی بریلوی

شائع کردہ

اسلامی کتب خانہ

رضا مارکیٹ، دھونرہ، بریلی (یوپی) پن 243204

نوٹ:

اس کتاب کو بغیر کسی تبدیلی وتصرف کے اجازت لے کر جو صاحب چاہیں چھپوا سکتے ہیں

نام کتاب : تقلید شخصی ضروری ہے

مرتب : مولانا تطہیر احمد بریلوی

تصحیح : مولانا تنظیف احمد رضوی
مدرس مدرسہ رضویہ برکات العلوم سہسوان، ضلع بدائیوں

کمپوزنگ : افضل حسین بستوی، دہلی Mob. 09868594259

سن طباعت : تیسرا جدید ایڈیشن ۲۰۰۸ء/۱۴۲۹ھ

تعداد : ۲۲۰۰

ہدیہ : Rs.30/-

ملنے کے پتے

- مکتبہ رحمانیہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت، محلہ سوداگران بریلی (یوپی)
- کتب خانہ امجدیہ مٹیا محل جامع مسجد دہلی
- حارث بکڈپو، بدھ بازار، ٹنڈن مارکیٹ مرادآباد (یوپی)
- قادری کتاب گھر، نومحلہ مسجد بریلی (یوپی)
- رحمانی کتب خانہ ممیان ٹولہ نالہ اسٹریٹ، بریلی (یوپی)
- قومی کتب خانہ، بڑا بازار، بریلی (یوپی)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	پہلے اسے پڑھئے (مقدمہ)	۸
۲	اہل حدیث عالم کی بدگوئی اور تقلید کو پلید کہنا	۹
۳	تقلید کس پر واجب ہے اور کس پر نہیں	۱۰
۴	فرمان رسول کہ بڑے گروہ کی پیروی کرو	۱۱
۵	چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں سے بچو اور بڑی جماعت کے ساتھ رہو	۱۱
۶	اہلحدیث مولویوں کے نزدیک سب مسلمان مشرک ہیں	۱۱
۷	اہلحدیث غیر مقلد ہو کر بھی اپنے مولویوں کے مقلد ہیں	۱۲
۸	تقلید اس پر واجب ہے جس کو تقلید کی ضرورت ہو ایک مثال کے ذریعہ اس کی وضاحت	۱۳
۹	بغیر ڈاکٹروں اور وکیلوں کی مدد کے کیا صرف کتابیں دیکھ کر مقدمے لڑے جاسکتے ہیں اور علاج و آپریشن کئے جاسکتے ہیں؟	۱۴
۱۰	مسئلہ تقلید سمجھانے کے لئے نماز باجماعت کی مثال	۱۴
۱۱	چند وہ مسائل کہ جن کا ذکر صراحتاً قرآن وحدیث میں نہیں	۱۶-۱۷

۱۲	عوام میں جھگڑا اور اختلاف تقلید کا انکار کرنے سے ہوتا ہے نہ کہ تقلید کرنے سے	۱۸-۱۹
۱۳	تقلید شخصی پر اعتراضات کے جوابات	۲۰
۱۴	جو حضرات ائمہ اربعہ سے قبل ہوئے اور ان سے افضل ہیں ان کی تقلید کیوں نہیں	۲۱
۱۵	انحصار تقلید صرف چار اماموں میں کیوں ہے اس امر کی توجیہہ	۲۳
۱۶	احادیث کی مشہور کتابوں کے مصنف سب امام اعظم کے بعد کے ہیں	۲۶
۱۷	ایک مثال کہ سمندر سے جتنی نہریں نکلیں سب میں پانی ایک ہی طرح کا ہوگا	۲۸
۱۸	از روئے حدیث مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے والے کیلئے قتل کا حکم	۲۸
۱۹	تقلید شخصی کی اصطلاحی تعریف	۲۹
۲۰	آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم کے معنی کی توجیہہ اور اہلحدیث کی غلط فہمی	۲۹-۳۲
۲۱	قرآن میں سب کچھ ہے لیکن اس کو حاصل کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں	۳۰
۲۲	سمندر کے موتیوں کی مثال	۳۰
۲۳	حضرت عمر کا فرمان کہ سود کی تفسیر بیان ہونے سے رہ گئی	۳۲
۲۴	جمعہ میں دو اذانیں حضرت عثمان غنی کے زمانے سے رائج ہوئیں اس سے قبل ایک تھی	۳۲
۲۵	عورتوں کو مساجد سے حضرت عمر کے زمانے میں روکا گیا	۳۳
۲۶	اگر تقلید بدعت و گمراہی ہے تو نحو و صرف یہاں تک کہ علم اصول حدیث بھی بدعت ہے	۳۴

۲۷	مشائخ وعلماء کی پیروی دین مکمل ہونے کے منافی نہیں	۳۶
۲۸	الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال	۳۷
۲۹	ائمہ کرام نے اپنا مذہب قرآن وحدیث بتایا ہے لہٰذا ان کا مقلد بھی قرآن وحدیث کا پیروکار رہا	۴۰
۳۰	ایک مثال کہ جدھر انجن جائے گا ڈبے بھی اُدھر جائیں گے	۴۰
۳۱	اجماع کی تعریف اور اجماع سے وجوب تقلید کا ثبوت	۴۰
۳۲	شاہ ولی اللہ صاحب کا اعلان کہ دوصدی کے بعد دنیا کے سب مسلمان مقلد تھے	۴۱
۳۳	کسی ایک کا مقلد ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ باقی مذہب باطل ہیں	۴۳
۳۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مختلف گروہوں کو حق پر فرمایا	۴۴
۳۵	اختلاف کتب احادیث میں بھی ہے	۴۷
۳۶	احادیث میں اختلاف کے کچھ شواہد	۴۸
۳۷	اختلاف، احادیث کی بعض وجوہات	۵۱
۳۸	باوجود اختلاف کے حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ دونوں کا احترام ضروری ہے	۵۲
۳۹	اس سوال کا جواب کہ کتب فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب نہیں	۵۴
۴۰	اہلحدیث کے اس سوال کا جواب کہ خلفاء اربعہ کے بجائے ائمہ اربعہ کی تقلید کیوں کی گئی	۵۴
۴۱	اہلحدیث کا اقرار کہ ائمہ اربعہ قرآن وحدیث سے مسائل لیتے رہے	۵۵

۴۲	خانہ کعبہ میں چار مصلے بچھائے جانے کو بدعت کہنے کا شاندار جواب	۵٦
۴۳	جمع قرآن کی حدیث اور سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور زید بن ثابت کے نزدیک ہر نیا کام بدعت وگمراہی نہیں	۵۷
۴۴	آیات قرآنیہ اور احادیث مصطفیٰ سے تقلید کا ثبوت	٦١-٦٦
۴۵	تقلید کے لئے چاروں اماموں میں کسی ایک کا تعین کیوں کر ہوگا؟	٦٧
۴٦	ایک اور جاہلانہ سوال کہ چاروں مذہب حق ہیں تو چاروں پر عمل کیا جائے ورنہ حق کی تین چوتھائی چھوٹ جائے گی	٦٨
۴۷	چاروں میں حرام وحلال کا فرق ہے پھر بھی چاروں حق کیسے ہو گئے	۷۲
۴۸	مجتہد خطا میں بھی ماجور ہے احادیث سے اس کا ثبوت	۷٦
۴۹	صحابہ کرام کے مابین اختلاف کے چند شواہد	۷۸-۸۱
۵۰	اہلحدیث مطعون کیوں ہیں	۸۲
۵۱	کیا دور صحابہ وتابعین میں تقلید مطلقاً نہ تھی؟	۸۵
۵۲	تقلید کے وجوب کا علم کیوں کر ہوا؟	۸۹
۵۳	واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے اس بارے میں شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک عبارت جس نے مذہب اہلحدیث کی کمر توڑ دی	۹۲
۵۴	اہلسنت وجماعت کی تعریف	۹۵
۵۵	ایک جاہلانہ سوال کا جواب کہ قیامت کے دن حمد الٰہی کا جھنڈا حضور کے ہاتھ میں ہوگا یا اماموں کے؟	۹٦
۵٦	احادیث سے اس بات کا ثبوت کہ شفاعت، خاصۂ انبیاء کرام نہیں بلکہ بعض امتی بھی شفاعت فرمائیں گے	۹۸

۵۷	مقلد کے پاس صحیح حدیث پہنچے اور وہ اس کے امام کے قول کے خلاف ہو تو کیا کرے؟	۱۰۱
۵۸	اہلحدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں کا اقرار کہ امام بخاری اور امام ترمذی مقلد تھے	۱۰۴
۵۹	شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی امام بخاری کو مقلد مانا	۱۰۴
۶۰	اہلحدیث کے رد میں اعلیٰ حضرت بریلوی کی چند کتابوں کا ذکر جن کا جواب آج تک نہیں	۱۰۶
۶۱	پہلی صدی میں تقلید تھی یا نہیں؟ مجتہد کے لئے تقلید نہیں	۱۰۶
۶۲	بانی وہابیت شیخ محمد ابن عبدالوہاب مقلد تھے	۱۰۸
۶۳	مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ ان کے پیر سید احمد کا ہاتھ خدا نے اپنے ہاتھ میں لے کر امور قدسیہ عطا کئے۔	۱۰۸
۶۴	اہلحدیث مولوی کی سوالات دہرانے کی عادت	۱۱۰
۶۵	جماعت اہلحدیث سے کچھ سوالات جن کا جواب ان پر لازم ہے	۱۱۱-۱۱۹

☆☆☆

پہلے اسے پڑھئے!

ابھی چند روز قبل ایک کتابچہ بنام ''کیا تقلید شخصی ضروری ہے؟ پڑھنے کا اتفاق ہوا جو مشہور زمانہ اہلحدیث مولوی محمد جونا گڑھی کی تصنیف اور جناب مولوی رضاء اللہ عبدالکریم صاحب مدنی کی تقدیم وپیشکش کے نتیجے میں فرقہ اہلحدیث کے مرکزی ادارے مکتبہ دارالقلم المع ہدالاسلامی السلفی رچھا ضلع بریلی کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ کتابچہ میں تقلید شخصی پر جو کہ بزرگانِ دین وعامۃ المسلمین کا شیوہ رہا ہے وہی لچر پُرانے اور مکڑی کے جال سے زیادہ کمزور چند اعتراضات کئے ہیں کہ علماء حق بارہا اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ جن کے جوابات دے چکے ہیں اگر علمائے اہلسنّت کی کتب دیکھ لیتے تو ان سارے اعتراضات کے جوابات کی بھرمار نظر آتی لیکن وہاں تو ہمیشہ سے عوام کو گمراہ کرنا مقصود رہا ہے جیسا کہ عام طور سے اس جماعت کی یہ عادت دیکھی گئی ہے کہ علماء کے سامنے سے کتراتے ہیں اور عوام میں قرآن وحدیث سناتے ہیں۔

کتابچہ میں جس گھناؤنی زبان کا استعمال کیا گیا ہے وہ بھی اسی جماعت کے شایانِ شان ہے۔ حیرت بالائے حیرت کہ جماعت اہلحدیث جو کسی کو برا بھلا نہ کہو۔ کی رٹ لگائے ہوئے ہے اس کے ایک ذمہ دار عالم مولوی رضاء اللہ صاحب مدنی اسی کتاب کی تقدیم میں لکھتے ہیں ''اور یہ ساری خرابی تقلید پلید کے سبب مسلمانوں میں پیدا ہوئی۔''

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خانوادے کو تباہ و برباد کرنے والے یزید کے ساتھ لفظ پلید لکھنے اور بولنے کا معمول رہا ہے لیکن مولوی صاحب نے تقلید جیسے امر دینی کو پلید کہہ کر دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری تذلیل وتحقیر کی ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

بہرحال یہ دُشنام طرازی ان کو مبارک ہم بقول کسے (گر پائے کسے سگے گزیدہ سگ رانتوں عوض گزیدن) کے بموجب اصل کتاب کے جواب کی طرف ہی توجہ دیں گے اور ان کی اس بدگوئی کا کوئی جواب نہ دیں گے ہم نے اس مضمون میں اس بات کا بھی التزام رکھا ہے کہ ان لوگوں کو ان کے خودساختہ نام جماعت اہلحدیث ہی سے خطاب کیا جائے کیونکہ غیر مقلد کہنے سے یہ لوگ ناراض ہوتے ہیں حالانکہ یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہم تقلید کے قائل ہیں ہمیں مقلد کہا جائے تو ہمیں خوشی ہوتی ہے یہ لوگ تقلید کے مخالف ہیں انہیں لفظِ غیر مقلد سن کر مسرور ہونا چاہئے مگر صفحۂ ہستی پر ایسے لوگ بھی کم دیکھے گئے ہوں گے جنہیں خود اپنے ہی نام سے چڑھ ہو اس موقع پر اہل خرد کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اپنے نام کا ظاہر ہو جانا کن لوگوں کو ناگوار ہوتا ہے۔

بہرحال ان سب باتوں کا خیال اس لئے رکھا جارہا ہے کہ ہمیں احقاق حق منظور ہے نہ کہ کسی کی دل آزاری اور یہ بھی خطرہ ہے کہ ہمیں کہیں اس تحریر کا جواب صرف یہ کہہ کر نہ دیا جائے کہ فلاں مولوی نے گالیاں دی ہیں کیوں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب علمائے اہلسنت اپنی تقریر اور تحریرات میں قرآن وحدیث سے دلائل کے انبار لگاتے ہیں تو یہ صرف ایک بات میں سب کا جواب دیتے ہیں کہ بہت گالیاں دی ہیں اور بہت بُرا بھلا کہا ہے۔

کتنی آسان رہی معرکہ آرائی آج

رہی تقلید ائمہ دین تو وہ ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ اس کے وجوب پر یقین کرنے کے لئے غور وفکر اور دلائل کی حاجت نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ امت کے سارے لوگ قرآن وحدیث کو نہیں سمجھ سکتے اور نہ اس سے مسائل دینیہ کا استنباط کر سکتے ہیں یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ہر کس وناکس کو قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے پر مجبور کیا جائے قرآن مجید میں خود فرمایا گیا ہے:

"فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون"

ترجمہ: یعنی علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔

(پارہ ۱۴، رکوع ۱۲، سورۃ نحل، آیت ۴۳)

غرضیکہ مسلمان دو طرح کے ہیں ایک مجتہد دوسرے غیر مجتہد، مجتہد وہ ہے کہ اس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات اور رموز کو سمجھ سکے کلام کے مقصود کو پہچان سکے اس سے مسائل نکال سکے ناسخ ومنسوخ کا پورا علم رکھتا ہو۔ یعنی یہ جانتا ہو کہ کون سی آیت پہلے نازل ہوئی اور کونسی بعد میں اور کونسی بات اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس موقع پر فرمائی اور دوسری بات کس موقع پر، علم صرف ونحو ولغت وبلاغت پر مہارت تامہ رکھتا ہو۔ احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو اس کے علاوہ ذکی وخوش فہم ہو اور جو اس درجے کو نہ پہنچا ہو وہ مجتہد نہیں اور جو مجتہد نہیں اس کے لئے تقلید ضروری ہے۔ اور مجتہد کے لئے تقلید منع ہے اسی لئے تبع تابعین کے دور سے لے کر آج تک جتنے مسلمان ہوئے سب مقلد۔ ان میں اجلہ اولیاء کرام بھی ہوئے اور علماء ذوی الافہام بھی۔ مثلاً امام رازی، امام غزالی، امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد سرکار غوث اعظم سرکار غریب نواز وغیرہم۔

بزرگان دین جن پر امت کو ناز ہے یہ بھی بآں علم وجلال کسی نہ کسی امام

کے مقلد تھے۔ تقلید کے مخالفین کا وجود عالم اسلام میں ہر دور میں نہ ہونے کے برابر رہا ہے جیسا کہ آج بھی ظاہر ہے دنیا میں کہیں کہیں کبھی کبھی یہ لوگ نظر آجاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ضلع بریلی شریف کی چند بستیوں میں ادھر ایک سو سال کے اندر اندر کچھ لوگ اس تحریک سے متاثر ہو گئے حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ نہ ہونے کے برابر تعداد رکھتے ہوئے بھی صرف اپنی جماعت کو ہی حق پر سمجھتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَم فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّشَذَّفِی النَّارِ"

ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو اس لئے کہ جو الگ رہے گا وہ دوزخ میں الگ کر کے ڈالا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام فصل ۲، صفحہ ۳۰)

نیز دوسری حدیث شریف میں ہے:

"ایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة۔"

ترجمہ: چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں سے بچو اور بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔

(مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام فصل ۳، صفحہ ۳۱)

اہل اسلام بالخصوص ہمارے علاقے کے مسلمانوں کے بارے میں جماعت اہلحدیث کا کیا خیال ہے اس کا اندازہ ناظرین مولوی رضاء اللہ کے ان الفاظ سے لگائیں جو انہوں نے اپنی کتاب "فتنوں کی سرزمین" کے صفحہ ۴۰ پر لکھے ہیں، رچھا میں واقع اپنے مدرسہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "المعہد الاسلامی السلفی بریلی جیسے شرک زدہ علاقے میں نہ صرف یہ کہ ایک بہتر دینی تعلیمی تربیت گاہ ہے جو شرک و بدعت کی ظلمات میں رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔"

گویا کہ ان لوگوں کے نزدیک بریلی ایک شرک زدہ علاقہ ہے اور یہاں

کے مسلمان مشرک ہیں۔

ایک اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اہلحدیث، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ و دیگر ائمہ مجتہدین کے اقوال و افعال یا ان کی کتب پر عمل کرنے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا و رسول کے سوا کسی کی نہ مانو جو کچھ دیکھنا ہو قرآن وحدیث میں دیکھو اور اپنے علماء مثلاً ابن تیمیہ ابن قیم قاضی شوکانی، اسماعیل دہلوی، صدیق حسن قنوجی، بھوپالی اور ثناء اللہ امرتسری کی تصانیف پر بلا چون و چرا عمل پیرا ہیں اور ان کی کتابوں کو خوب چھاپتے اور پڑھتے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ ہم اپنے مولویوں کی کتابوں میں لکھی صرف انہیں باتوں کو مانتے ہیں جو قرآن وحدیث کے مطابق ہیں تو مہربانی کر کے بتایئے کہ آپ کے علماء کی تصانیف میں وہ کونسی باتیں ہیں جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ ان کی ایک فہرست بنا کر پیش کیجئے ابھی آپ کا بھرم کھلا جاتا ہے کہ آپ قرآن وحدیث کے پیروکار ہیں یا اپنے مولویوں کی کتابوں کے اور اگر آپ اپنی دھرم پستکوں کی غلطیوں کی فہرست پیش نہ کر سکے تو ظاہر ہے آپ نے ان کتابوں کو قرآن وحدیث کے برابر کا درجہ دے دیا کہ انہیں آپ نے قرآن وحدیث کی طرح غلطیوں سے پاک مان لیا ہے۔

اور ذرا یہ بھی بتاتے چلئے کہ آپ یہ کیسے جانیں گے کہ علماء کی کتابوں میں کونسی بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور کونسی مطابق؟ اور پھر جب آپ کے پاس اتنا علم ہے تو پھر ان کتابوں کی ضرورت ہی کیا ہے؟ سیدھے قرآن وحدیث ہی کیوں نہ دیکھا جائے ''کہ ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار، مت مان کسی کا قول و کردار۔'' کا مطلب آپ کے نزدیک پوری طرح درست ہو جائے۔ اور جب قرآن وحدیث موجود ہیں تو آپ کے مولویوں نے کتابیں کیوں لکھیں۔

اب جماعت اہلحدیث کو چاہئے کہ پہلے اپنے مولویوں کی تمام کتابوں اور رسائل، تقویۃ الایمان، ظفر المبین، فتاویٰ امرتسری، معیار الحق، نیل الاوطار وغیرہا کو کہیں کھود کر گاڑ دیں یا ندی میں بہادیں کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے نہ کوئی کتاب لکھی جائے نہ چھاپی جائے تاکہ قرآن وحدیث پر صحیح عمل ہو سکے پھر اس کے بعد ہم سے بات کریں کہ تم لوگ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کے اقوال کیوں دیکھتے ہو اور جب تیرہویں چودھویں صدی کے مولوی اسماعیل دہلوی وثناء اللہ امرتسری نذیر احمد دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، مولوی محمد جونا گڑھی، عبدالسلام بستوی کی کتب آپ کے لئے قابل عمل ہیں اور غلطیوں سے پاک ہیں تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تو حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہیں کہ انہوں نے حضور کو دیکھنے والوں سے ملاقات کی تو ان کی اور ان کے اصحاب کی تصانیف پر عمل کرنے سے ہمیں روکنے کا آپ کو حق کیا ہے؟ وَالیٰ اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ۔

مسلمان بھائی اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ تقلید کے مخالفین کے پاس دھوکہ دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس لئے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان ودیگر ائمہ مجتہدین کی تقلید قرآن وحدیث کے خلاف نہیں بلکہ قرآن وحدیث کو سمجھنے اور ان سے فیض پانے کا ایک ذریعہ ہے۔

درخت کے پتوں کو غذا اگرچہ زمین ہی سے آتی ہے لیکن جڑ، تنے اور شاخوں کے ذریعہ، براہ راست کوئی غذا لینے کے لئے چلے تو شاخ سے ٹوٹنا پڑے گا اور پھر سوکھ کر ہوا میں اُڑ جائے گا۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلیٰ اس مثال سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تقلید کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہر وقت قریب رہتے تھے اور ان کے

سامنے قرآن کریم نازل ہوا کرتا تھا جو سوال دل میں اُبھرتا سرکار سے دریافت کر لیتے تھے انہیں بیشک قرآن وحدیث کے علاوہ کسی تیسری چیز کی ضرورت نہ تھی جیسے درخت کی جڑ کہ اس کو زمین سے قریب ہونے کی وجہ سے زمین سے غذا حاصل کرنے کے لئے کسی واسطے کی ضرورت نہیں ہے اور ہم جو اس قدر زمانہ گزرنے کے بعد پیدا ہوئے پتوں کی مثل ہیں کہ جنہیں تنے کی بھی ضرورت ہے اور شاخوں کی بھی تنے، چاروں امام ہیں اور شاخیں علماء زمانہ۔

تقلید کے مخالفین یہ تو منہ بھر کر کہہ دیتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے کسی کی ضرورت نہیں لیکن یہ بھی نہیں سوچتے کہ طِبّ وحکمت ڈاکٹری سرجری کی ہزاروں کتابیں ہونے کے باوجود مریضوں کو ڈاکٹروں کے پاس پہنچانا پڑتا ہے۔ وکالت اور قانون کی کتابوں سے الماریاں بھری رہنے کے باوجود چھوٹے چھوٹے مقدموں کے لئے وکیلوں کی خوشامد ہی کرنا پڑتی ہے۔ مثل مشہور ہے جس کا کام اسی کو بھائے۔

اس سے وہ ہمارے مسلمان بھائی بھی سبق حاصل کریں جو یا تو اَن پڑھ ہیں یا تھوڑی بہت اُردو جانتے ہیں یا صرف اسکولوں اور انگریزی، کالجوں میں ہی عمر گزارے ہوتے ہیں۔ عربی زبان سے قطعاً ناواقف اور پھر شرعی باتوں میں مداخلت کرتے مفتیان کرام کے فتاوی میں کمی نکالتے ہیں اور خدا کا خوف نہیں رکھتے۔

اہلحدیث حضرات کو جماعت سے نماز بھی نہیں پڑھنا چاہئے کیونکہ ان کے یہاں خدا اور رسول کے علاوہ کسی اور کی پیروی تو کسی معنی جائز ہی نہیں اور جماعت میں امام کی پیروی کرنا پڑتی ہے کہ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع اور سجدہ کے ساتھ سجدہ کرنا پڑتا ہے اور یہ تقلید شخصی کے مشابہ ہے کیونکہ ایسا بھی نہیں ہوتا کہ ایک رکعت ایک امام کے پیچھے دوسری دوسرے کے پیچھے پڑھی جائے بلکہ

پوری نماز میں ایک ہی شخص کی اتباع کی جاتی ہے خدا کرے وہ اس کے جواب میں یہ کہہ دیں کہ چونکہ امام خدا اور رسول کے حکم سے نماز پڑھا رہا ہے اور ان کا پیروکار ہے اس لئے ہم اس کی پیروی کرتے ہیں تو الحمدللہ مسئلہ تقلید بھی حل ہو جائے گا کہ ہم لوگ بھی ائمہ مجتہدین کی تقلید اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خدا ورسول کے پیروکار ہیں اور ہمیں قرآن وحدیث کے احکام بتاتے ہیں اور انہیں بھی خدا تعالیٰ نے امامت فی الدین کا حکم دیا ہے۔

ملاحظہ ہو قرآن مجید کی آیت کریمہ، پارہ نمبر ۱۱، رکوع نمبر ۴ سورۃ توبہ، آیت نمبر ۱۲۲:

"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ."

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

اس آیت کریمہ میں کچھ لوگوں کے لئے صاف اور صریح حکم ہے کہ وہ اولاً علم حاصل کریں اور پھر اس سے قوم کو فائدہ پہنچائیں۔

جماعت اہلحدیث کے افراد قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے اُردو فارسی کے ترجمے اور عربی لغت یعنی ڈکشنری کی کتابیں دیکھتے ہیں یا نہیں؟ اب چونکہ یہ ترجمہ لکھنے والے ڈکشنری مرتب کرنے والے معاذ اللہ نہ خدا ہی ہیں نہ رسول اور آپ خدا اور رسول کے علاوہ کسی کی مانتے نہیں تو اب آپ کو چاہئے کہ قرآن کریم کا ترجمہ یا عربی ڈکشنری کی کتاب کبھی نہ دیکھیں ورنہ بقول خود مشرک قرار

پائیں گے یا پھر کوئی ترجمہ یا ڈکشنری کی کتاب ایسی بتائی جائے۔ جو خدائے تعالیٰ نے نازل کی ہو یا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھی یا لکھوائی ہو۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

نیز ہم پوچھتے ہیں کہ جن مسائل کا ذکر قرآن مجید اور احادیث مصطفیٰ میں صراحتاً نہیں ہے ان کے بارے میں آپ کیا کرتے ہوں گے ذیل میں ہم چند مسائل کی ایک فہرست پیش کر رہے ہیں اور ساری جماعت اہلحدیث کو دعوت ہے کہ سب مل کر ان مسائل کا جواب صرف قرآن اور حدیث سے دیں۔

(۱) دنیا میں بعض ممالک میں کئی کئی مہینہ سورج نہیں نکلتا تو وہاں پانچ وقت نماز فرض ہے یا نہیں اگر ہے تو اوقات کا تعین کیسے ہوگا؟

(۲) چلتی ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) تار، ٹیلی فون اور ریڈیو کے ذریعہ چاند کی خبر سن کر روزہ یا عید کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) گلہری، سانپ، بچھو، بندر، چھپکلی، خرگوش، گھروں میں رہنے والا مینڈک اگر کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنواں پاک رہا یا ناپاک؟ اور ان مذکورہ جانوروں کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟

(۵) جھینگا، بگلہ، طوطہ، مینا، گلگچیا، مرغابی حلال ہیں یا حرام؟

(۶) عربی کے علاوہ اور زبان میں جمعہ کی نماز کا خطبہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۷) بھینس کا گوشت کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۸) تانبے کو پیتل سے برابر، برابر یا کم زیادہ کر کے ادھار اور نقد بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

(۹) سئور کا گوشت پاک ہے یا ناپاک؟ قرآن میں صرف کھانا حرام بتایا

ہے، لیکن ناپاک ہونے کا ذکر کس آیت یا حدیث میں ہے؟

(۱۰) انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

(۱۱) بیڑی، سگریٹ اور حقہ پینے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

(۱۲) اسپرٹ، الکوہل پینا حرام ہے یا حلال؟ اور یہ دونوں چیزیں پاک ہیں یا ناپاک؟ صرف قرآن وحدیث سے بتایئے۔

(۱۳) کاغذ کے جو نوٹ رائج ہیں ان میں ادھار یا نقد گھٹا بڑھا کر لین دین سود ہے یا نہیں؟

(۱۴) سؤر کی چربی، ہڈی، کھال، اوجھڑی، گُردے کھانا حلال ہے یا حرام قرآن میں صرف گوشت کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی بتایئے کہ یہ سب چیزیں پاک ہیں یا ناپاک۔

(۱۵) جنگل، دریا اور خشکی کے تمام جانور اور سب کیڑے مکوڑے اور پرندوں کے نام بنام صرف قرآن وحدیث سے بغیر قیاس کئے ہوئے بتایئے کہ ان میں کون کون سے حرام ہیں اور کون سے حلال، اور ان میں کس کا پاخانہ پیشاب اور جھوٹا، پسینہ اور تھوک پاک ہے اور کس کا ناپاک۔ کتے کے نام کے ساتھ اس کے بارے میں ہی دکھایئے کہ اس کو کھانا حرام ہے یہ کون سی آیت یا حدیث میں ہے۔

(۱۶) بے بی ٹیوب کے ذریعے بچہ پیدا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ صرف قرآن یا حدیث میں اس کا ذکر بتایئے انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور اس کی خرید وفروخت جائز ہے یا ناجائز یہ بھی صرف قرآن وحدیث میں دکھایئے۔

غرضیکہ اس قسم کے ہزارہا مسائل بیان کئے جاسکتے ہیں کہ صراحتاً جن کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ہے ظاہر ہے کہ ان مسائل میں قرآن وحدیث کی

روشنی میں قیاس کیا جائے گا اور قیاس کی اجازت ہر کس و ناکس کو نہیں دی جاسکتی ورنہ امت میں جتنے لوگ ہوں گے اُتنے ہی مسئلے۔ علماء مجتہدین کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

شاید آپ یہ کہیں کہ چلئے ان مسائل میں ہم بھی ائمہ کرام کی تقلید کرلیں گے لیکن کیا ضروری ہے کہ کسی ایک کی کریں۔ کسی مسئلہ میں ایک کی دوسرے میں دوسرے کی تقلید کریں گے یعنی جتنے مسئلے ہوں گے اُتنے ہی ہمارے امام تو مہربانی کر کے بتایئے کہ ایسی کونسی مشین لگا رکھی ہے جو یہ بتائے کہ اس مسئلے میں اس کی اور اس مسئلے میں اس کی پیروی کی جائے گی اور بالفرض اگر کوئی مشین مل بھی جائے تو آپ ائمہ کرام کے مقلد ہوئے یا اس مشین کے۔ شاید ہماری اس تقریر سے آپ تقلید شخصی کی اہمیت کو سمجھ گئے ہوں گے۔ واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

اب ناظرین کرام ان چند تمہیدی کلمات کے بعد کتابچہ میں مذکور اعتراضات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

سوالات کی تمہید اٹھاتے ہوئے مولوی محمد جونا گڑھی نے اسی آٹھ ورقی کتابچے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

''اس زمانہ میں تقلید شخصی کے بارے میں کچھ ایسا اختلاف پھیلا ہوا ہے کہ جدھر جایئے اسی کا جھگڑا ہے۔''

سچ یہ ہے کہ یہ مولوی مذکور کی خام خیالی ہے اس لئے کہ تقلید شخصی پر ساری امت کا اتفاق ہے کہیں اس پر جھگڑا نہیں ہے۔ سوا ان چند مقامات کے، جہاں آپ جیسے نامقلدین تقلید کے منکرین پہنچ جاتے ہیں وہیں یہ جھگڑا ہے۔ اور وہ ساری دنیا میں چند بستیاں ہیں۔ گویا کہ اس جھگڑے کی بنیاد اور بانی آپ لوگ

ہیں اگر آپ تقلید کا انکار نہ کریں تو کہیں جھگڑا ہی نہ ہو۔

کئی جگہ دیکھا گیا کہ ساری بستی کے سب لوگ ہمیشہ سے رمضان میں ۲۰ رکعتیں تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں ان میں کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں لیکن آپ کی جماعت کا کوئی ایک فرد وہاں جا کر اختلاف پیدا کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ حدیث میں آٹھ رکعت تراویح آئی ہیں کوئی صحیح وصریح حدیث دکھا بھی نہیں پاتا اور خوامخواہ اتفاق والوں میں انتشار کا سبب بنتا ہے کہیں رفع یدین اور کہیں آمین زور سے پکارنے اور کہیں نماز میں اوپر ہاتھ باندھنے کو لے کر اچھی خاصی قوم کو خوب لڑاتا ہے اور مزے لیتا ہے۔

المعھد الاسلام السلفی
رچھا کی طرف سے شائع ہونے والے

تقلید شخصی پر اعتراضات کے جوابات

غور سے دیکھا جائے تو ان کے کافی سوالات کے جوابات تو مقدمے سے مستفاد ہیں باقیماندہ سوالات چند اعتراضات ہیں۔ جنہیں الفاظ کی اُلٹ پھیر کے ذریعے گنتی میں بڑھادیا گیا ہے کافی اعتراضات کا خلاصہ تو یہ ہے۔

سوال: سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ ودیگر ائمہ ثلاثہ علیہم الرحمۃ والرضوان سے قبل صحابہ وتابعین کے دور میں کس کی تقلید کی جاتی تھی اس کی تقلید آج بھی کیوں نہ کی جائے خلفاء راشدین، صحابہ وتابعین واجلۂ سادات کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور چاروں ائمہ کے اساتذہ کو چھوڑ کر کسی اور کی تقلید کیوں کی جاتی ہے۔

جواب: اس کا مختصر جواب تو یہی ہے کہ ائمہ کرام کی تقلید میں صحابہ وتابعین کی مخالفت ہرگز نہیں بلکہ ان کی تقلید اسی لئے کی جاتی ہے کہ انہوں نے جو کچھ فرمایا وہ سب صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال کی روشنی میں فرمایا ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ عوام کو کوئی ضرورت درپیش آئے تو مسئلہ معلوم کرنے کے لئے علماء کے پاس جاتے ہیں اب کوئی سر پھرا ان سے یہ کہنے لگے کہ قرآن وحدیث اور صحابہ وتابعین کے اقوال ہوتے ہوئے بھی تم فلاں مولوی کے پاس کیوں گئے تم نے قرآن وحدیث کی مخالفت کی ہے تو ظاہر ہے اس سر پھرے کا علاج بریلی کے پاگل خانے میں کیا جائے گا اور

اُسے بتایا جائے گا کہ علمائے دین کے پاس صرف یہ سمجھ کر جاتے ہیں کہ یہ جو کچھ بتائیں گے قرآن وحدیث اور اقوال بزرگانِ دین کی روشنی میں بتائیں گے یہ سوال کرنے سے قبل جماعت اہلحدیث کو چاہئے تھا کہ اپنے سارے عوام پر پابندی عائد کرتی کہ ہرگز کسی مولوی سے مسئلہ نہ پوچھا جائے بلکہ قرآن وحدیث کو دیکھا جائے۔

الحاصل ائمہ کرام کی تقلید قرآن وحدیث وصحابہ وتابعین کے اقوال کے خلاف ہرگز نہیں بلکہ قرآن وحدیث تک صحیح رسائی کا ایک ذریعہ ہے۔

رہی یہ بات کہ صحابہ وتابعین کس کی تقلید کرتے تھے اسی کی تقلید آج بھی کی جائے تو یہ سوال بھی بہت سی غلطیوں کا مجموعہ ہے بات دراصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عالم ماکان ومایکون دانائے جمیع غیوب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اور تابعین صحابہ کرام سے قریب تھے انہیں جو ضرورت درپیش ہوتی تو حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور تابعین صحابہ کرام سے براہِ راست دریافت کر لیتے انہیں اپنے اوپر قیاس کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟

ایک ڈاکٹر ہے کہ جس کو صرف دواؤں اور کتابوں کی ضرورت ہے اور ایک مریض ہے کہ جس کو ان کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر کی بھی ضرورت ہے۔ جماعت اہلحدیث کا یہ سوال ہر ایک کو اپنے مثل بشر سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

صحابہ وتابعین تو سارے مسلمانوں کے پیشوا ہیں خود ائمہ کرام بھی انہیں کی پیروی کرتے ہیں یہ سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ ہم کسی کے امتی نہیں کیونکہ ہمارے نبی کریم بھی کسی کے امتی نہ تھے لہٰذا امتی نہ ہونا حضور کی سنت ہے۔ یا یہ کہے کہ چونکہ بادشاہ تخت شاہی پر بیٹھتا ہے لہٰذا اس کے

دربار میں ہم بھی اس کے تخت پر اس کے برابر میں بیٹھیں گے کیونکہ ایسا نہ کرنے پر جماعت اہلحدیث بادشاہ کی مخالفت کا فتویٰ صادر کردے گی۔

آپ نے عید و بقرعید کے موقع پر نماز پڑھنے والوں کی کثرت دیکھی ہوگی اور یہ بھی دیکھا ہوگا کہ پچھلی صف کے مقتدیوں کو مکبرین کی آواز کی ضرورت پڑتی ہے لیکن امام کے قریب اگلی صف کے مقتدیوں کو امام کی آواز کافی ہوتی ہے۔

اب آپ خوب اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم چونکہ پچھلی صف کے امتی ہیں ہمیں ائمہ کرام کی تقلید کی ضرورت ہے اور صحابہ کرام و تابعین اگلی صف کے لہٰذا انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نزدیکی کافی۔

ہمیں احادیث کی روایت کے لئے اسناد کی ضرورت پڑتی ہے اور کئی کئی واسطوں سے مروی احادیث بخاری و مسلم و دیگر کتب احادیث میں لکھی ہوئی ہیں۔ معترضین تا قیامت یہ نہیں بتا سکیں گے کہ کیا صحابہ کرام بھی احادیث کے ساتھ اس قسم کی اسناد بیان فرماتے تھے اگر نہیں تو پھر آپ بخاری و مسلم وغیرہا جیسی کتب کو قطعاً ترک کریں کہ جن میں احادیث کے ساتھ ساتھ اسناد بھی لکھی ہیں۔ یہ بھی بتاتے چلئے کہ صحابہ کرام اپنی جماعت کو اہلحدیث کہتے تھے۔ یا مؤمنین و مسلمین؟ یا صحابہ کرام نے کبھی خود کو سلفی لکھا؟ اگر نہیں تو آپ خود کو سلفی اور اپنے ادارے کو المعھد الاسلامی السلفی کیوں کہتے ہیں؟ یہ اسلامی کے بعد سلفی کی ضرورت کیوں پڑی؟ اور یہ اسلام میں زیادتی ہے یا نہیں؟

سُبْحَانَ اللّٰہ یہ خوب رہی کہ آپ سلفی لکھیں بولیں تو قطعاً حلال، ہم اسلامی، حنفی کہلائیں تو شرک و بدعت اور حرام، جب کہ حنفیت تو حضرت

سیدنا امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے جو حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس قدر قریب العہد ہیں کہ انہوں نے حضور کے صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔ امام بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہم۔ محدثین سے امام ابوحنیفہ کا زمانہ سو سال سے زیادہ پہلے ہے اور سلفیت تو بچاری نئی نویلی چودھویں صدی کی پیداوار ہے۔

رہی یہ بات کہ سلفی کے معنی ہیں سَلف یعنی پہلے زمانے کے گزرے ہوئے بزرگوں کو ماننے والا تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا چاروں امام سَلَف، بزرگوں اور پہلے والوں میں نہیں ہے؟ اب آپ کے جواب کے ساتھ ساتھ ہم بھی ایک سوال کرتے چلیں۔

کیا زمانہ پاک نبوی وصحابہ وتابعین میں احادیث کی اسناد لکھنے خود کو اہلحدیث یا سلفی کہلانے کا رواج تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو یہ بدعت ہوئی یا نہیں؟ اور حدیث پاک ''کُلُّ بدعة ضَلالة وكل ضلالة فى النار'' کی بموجب پوری جمعیت اہلحدیث وسلفیت کہاں پہنچی؟

سوال: تقلید صرف ائمہ اربعہ ہی کی کیوں کی گئی۔ یعنی انحصار تقلید ان میں کیوں ہے؟

جواب: ان چار مذاہب میں تقلید کا انحصار نظم دین قائم رکھنے کے لئے اجماع امت سے ثابت ہے۔ امام ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

"اما فى زماننا فقال بعض ائمتنا لايجوز تقليد غير الائمة الاربعة الشافعى ومالك وابى حنفية واحمد بن حنبل رضوان الله تعالىٰ عليهم اجمعين لانّ هؤلآء عرفت قواعد مذهبهم واستقرت احكامهم وخدم تابعوهم وحرروها

فرعا فرعا وحکما حکما فلا یوجد الا وھو منصوص منھم اجمالا او تفصیلا بخلاف غیرھم فانّ مذاھبھم لم تحرر ولم تدون کذالک۔

بعض ائمہ نے فرمایا ہمارے زمانہ میں ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں کیونکہ ان حضرات کے مذاہب کے قواعد معروف ہیں اور احکام مستقر اور ان کے متبعین نے قواعد واحکام کو تفصیل سے لکھا اس کے نتیجہ میں وہی قواعد پائے جاتے ہیں جو ان سے اجمالاً یا تفصیلاً منصوص ہیں اور دوسروں کے مذاہب اس طرح نہ لکھے گئے نہ جمع کئے گئے۔ (الفتح المبین بشرح الاربعین للامام احمد بن محمد بن حجر ھیتمی مکی ص ۴۷۴ فی شرح الحدیث الثامن عشر، مطبع دار المنھاج جدہ)

نیز قرآن کریم کی مشہور تفسیر صاوی شریف میں صاف لکھا ہے۔

"لایجوز تقلید ما عدالمذاھب الاربعۃ۔"

یعنی چاروں اماموں کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں۔

اور تھوڑا آگے بڑھ کر ہے:

"والخارج عن المذاھب الاربعۃ ضال مضلٌ"۔

جو ان چاروں مذاہب سے خارج ہے وہ گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ (تفسیر صاوی، جلد ۳، ص ۹، سورۂ کہف)

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی فرماتے ہیں:

اھل السنّۃ قد افترق بعد القرون الثلثۃ او الاربعۃ علی اربعۃ مذاھب ولم یبق مذھب فی فروع

المسائل سوىٰ هذه الاربعة.

اہلسنّت تین یا چار صدی کے بعد چار۴ مذاہب میں منقسم ہو گئے اور فروعی مسائل میں ان چاروں مذاہب کے علاوہ کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

(تفسیر مظہری، جلد۲، ص۶۴، مطبوعہ اشاعت العلوم، دہلی)

سیدنا شیخ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

اَمَّا تقليد مذهب من مذاهبهم الان غير المذاهب الاربعة فلايجوز لالنقصان فى مذاهبهم ورجحان المذاهب الاربعه عليهم لانّ فيهم الخلفاء المفضلين على جميع الامة بل لعدم تدوين مذاهبهم وعدم معرفتنا الان بشروطها وقيودها وعدم وصول ذالك الينا بطريق التواترحتى لووصل الينا بشئٌ من ذٰلك كذٰلك جاز لنا تقليده لكنه لم يصل كذٰلك.

لیکن آج کے دور میں ان چار مذہبوں کے علاوہ اُن میں سے کسی کے مذہب کی تقلید جائز نہیں ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ اُن لوگوں کے مذہب میں کوئی کمی ہے اور ان چار مذہبوں کو ان پر برتری حاصل ہے کیونکہ ان میں وہ خلفاء راشدین بھی ہیں جن کو ساری اُمت پر فضیلت حاصل ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے مذاہب تفصیل کے ساتھ لکھے نہ گئے اور آج پورے طور پر ہم انہیں نہیں جان سکتے اور وہ ہم تک تواتر کے ساتھ نہ پہنچے یہاں تک کہ وہ سب ان شرطوں کے ساتھ پورے طور پر ہم تک پہنچیں تو ان کی تقلید جائز ہوگی لیکن ایسا ہوا نہیں۔

(خلاصۃ التحقیق، ص۳، مطبوعہ استانبول ترکی)

ان اقوال کے پیش نظر ہم بڑی سنجیدگی کے ساتھ جماعت اہلحدیث سے مطالبہ کرتے ہیں کہ صحابہ واکابر تابعین میں کسی کے اقوال وافعال اُن کے مذہب کے قواعد واحکام جوان سے بالتواتر منقول ہوں۔ اس زمانہ میں دکھائیں پھر ہم کوان کی تقلید کی دعوت دیں یا ان کے شاگردوں کی لکھی ہوئی ایسی کتاب بتائیں جو فقہی اصول پر مشتمل ہو اور اس میں اسلامیات کے سارے ابواب موجود ہوں اور مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ایسا مسئلہ بتائیں کہ جس میں عقل کو دخل ہو اور وہ قرآن کی کسی آیت یا حدیث پاک یا صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال سے مستخرج نہ ہو اور اگر بخاری ومسلم وغیرہا صحاح کی احادیث کی کتب میں کوئی امام صاحب کے خلاف ہے تو اس قول سے متعلق امام صاحب کی روایت کردہ حدیث زیادہ معتبر ہوگی کیونکہ امام صاحب کا زمانہ امام بخاری ومسلم اور ترمذی سے سو سال پہلے ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے ایک عرصہ کے بعد یہ حضرات پیدا ہوئے اور امام صاحب کے ماخذ حدیث کو بعد کے لوگ اگر ضعیف کہیں تو ضروری نہیں کہ وہ امام صاحب تک ضعف کے ساتھ پہنچی ہو کما لا یخفی علی من لّہٗ ادنیٰ بضاعۃ فی الحدیث۔

معاملہ دراصل یہ ہے کہ صحابہؓ وتابعین کا دور اسلام کا ابتدائی دور تھا کفار سے جنگ وجدال کا زمانہ تھا لہٰذا مبوب اور مفصل طور پر استخراج قواعد واحکام کی طرف پوری توجہ نہ دی گئی۔ زمانہ نبوی پاک اور صحابہ کرام سے قریب ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کو اس چیز کی ضرورت بھی نہ تھی جیسے قرآن کریم پر اعراب یعنی زیر، زبر پیش لگانے کا کام حضور نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے تقریباً اسّی سال بعد خلفائے بنواُمیہ کے دور میں ہوا۔

تیس پاروں میں قرآن کریم کی تقسیم رکوع اور منازل کا تعین بھی بہت بعد کی چیزیں ہیں اب تقلید ائمہ کو دورِ صحابہ کے بعد کی چیز بتا کر بدعت وشرک وحرام کی رٹ لگانے والے رکوع اور پاروں کے تعین سے خالی بغیر زیر، زبر، پیش ومدوجزم، کے قرآن کریم شائع کریں۔ اور عوام کو یونہی پڑھنے کی اجازت دیں۔ اور اگر ایسا نہ کرسکیں فَاتَّقُوْ یَوْماً لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئاً وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح صحابہ کرام کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے اعراب وغیرہ کی ضرورت نہ تھی بعد کو جب اس کی ضرورت محسوس کی گئی تو یہ کام انجام دیا گیا جو آج تک رائج ہے۔ ایسے ہی جب ممالک فتح ہوئے اسلام دنیا میں پھیلنے لگا اور مختلف معاشروں ماحولوں اور زبانوں میں منتقل ہوا۔ مختلف انسانوں کی مختلف ضروریات کے مطابق نئے نئے مسائل بھی سامنے آئے جن کا ذکر صراحتاً ظاہراً قرآن وحدیث میں نہ تھا تو خطرہ تھا کہ کہیں قرآن وحدیث کے معانی کی فہم میں من مانی نہ کی جائے اور سارے مسلمانوں کو جن میں کثرت سے نومسلم بھی تھے اور وہ فوجی اور تجارتی لوگ بھی تھے۔ جنہیں جنگ وجدال اور کاروبار میں مصروفیت کی وجہ سے باقاعدہ علم حاصل کرکے قرآن وحدیث کی صحیح مراد کو پانا، متعارض احادیث میں قوی وضعیف کا تعین ناممکن تھا اور بعد کے لوگ اگر علم حاصل کریں بھی تو وہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین کی طرح عالم قرآن وحدیث نہیں ہوسکتے کہ جن کی نظر قرآن کی ہر آیت کے شان نزول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر ایک حدیث اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والے صحابہ کرام کی زندگیوں کے ایک ایک گوشے اور زبان عربی کی ساری لغات، محاورات اور لب ولہجہ پر تھی۔

الحاصل امت کی اس ضرورت کے پیش نظر ان بزرگوں نے علم فقہ کی تدوین فرمائی تاکہ ہر شخص من مانی نہ کرسکے۔ لہٰذا صرف چار مذاہب میں اسلامی مسائل کو منحصر کرکے بعد والوں پر احسان عظیم فرمادیا: فرحمهم الله تعالیٰ وجزاهم الله تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

اور یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک سمندر سے چند نہریں نکالی جائیں تو پانی سب میں اسی کا ہوگا گویا یہ چاروں نہریں علم دین کی، سینہ پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جاری ہوئیں اور سب میں انہیں کے علم کا سمندر موجزن ہے۔

فالحمد لله الذی هدانا لهٰذا اوماکنا لنهتدی لولاان هدانا اللّٰه تعالیٰ اور مٹھی بھر تقلید کے مخالفین جو اہل اسلام میں رخنہ اندازی کرکے انہیں بانٹنا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی حدیث موجود ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف کتاب الامارہ صفحہ ۳۲۰ بحوالہ مسلم۔

يَقُوْلُ مَنْ اَتَاكُمْ وَاَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيْدُ اَنْ يَّشُقَّ عَصَاكُمْ وَيُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ۔

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم کسی ایک پر متفق ہوجاؤ اور کوئی اگر تمہاری لاٹھی چیرنا چاہے اور تمہاری جماعت کو بانٹنا چاہے تو اس کو قتل کردو۔"

سوال: تقلید شخصی اصطلاحی کے معنی کیا ہے؟

جواب: اتباع الرَّجل غیرہ فیما سمعہ یقول اوفی فعلہ علی زعم انہ محقق بلا نظر فی الدلیل۔ یعنی کسی کو محقق شرعی جان کر اس کے قول و فعل کی اتباع کرنا دلیل سے قطع نظر کرتے ہوئے۔

سوال: جو کام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ یا تابعین کے زمانے میں نہ ہوا ہو اسے اگر بعد والے دینی ضرورت سمجھ کر کریں تو آیت کریمہ اکملت لکم دینکم جو قرآن میں ہے وہ بتلاتی ہے کہ دین خدا ہر طرح مکمل ہو گیا۔ پھر ائمہ دین کی رائے قیاس کو بھی دین میں داخل کرنا اس آیت کے منافی تو نہیں؟

جواب: بے شک اس کے خلاف نہیں اور یقیناً اس آیت کریمہ کے بموجب دین خدا مکمل ہو گیا۔ لیکن قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے کہ امور دین میں غور وخوض نہ کرو۔ قرآن اور حدیث سے مسائل کا استنباط نہ کرو بلکہ خدائے تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ اللہ رب العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے لیتفقھوا فی الدین یعنی دین میں غور وفکر کرو اس کو سمجھو اس سے فقہ حاصل کرو۔ خدائے تعالیٰ تو قرآن میں فقہ حاصل کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اور اب منکرین تقلید، فقہ دین کو بدعت کہہ کر خدا کے دشمن ہوئے یا نہیں؟

اور دین کو کیا آپ نے حلوہ سمجھ رکھا ہے جس کو دانت والے اور بے دانت والے سبھی چٹ کر جائیں۔ کان کھول کر سنئے خدائے تعالیٰ نے اسی قرآن کریم میں فرمایا ہے: یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْراً وَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْراً۔ یعنی اسی قرآن سے لوگ ہدایت پاتے ہیں اور اسی قرآن سے

کچھ لوگ گمراہ و بددین بھی ہوجاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر قرآن قرآن کی رٹ لگانے والے ہدایت یافتہ نہیں ہوتے اور قرآن کو سمجھنا کوئی آسان کام نہیں اور ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں اور جب سارے لوگ قرآن کی صحیح مراد کو نہیں پاسکتے تو پھر وہ قرآن وحدیث سے مسائل حاصل کرنے والے مجتہدین کی تقلید نہیں کریں گے تو یقیناً گمراہ ہوجائیں گے۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ دین مکمل ہوگیا لیکن یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے سمندر میں موتی تو کثرت سے پائے جاتے ہیں لیکن وہ موتی ہر ایک کے لئے حاصل کرنا آسان نہیں اس کے لئے غوطہ خوروں کی ضرورت ہے ایسے ہی قرآن کریم سے مسائل دینیہ حاصل کرنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اکابرین امت کی ضرورت ہے اور جسے غوطہ خوری کی مشق نہ ہو وہ سمندر کی تہہ سے موتی حاصل کرنے چلے گا تو بہت پہلے ڈوب کر مرجائے گا اور مچھلیوں کی غذا بنے گا مخالفین تقلید کو اس سے اپنا انجام سمجھ لینا چاہئے: وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا: وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ" نیز دوسرے مقام پر ہے كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ اس کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کریم میں ہر شئی کا ذکر کردیا ہے کسی چیز کو چھوڑا نہیں ہے اب ان آیات کے پیش نظر آپ یہ بتایئے کہ قرآن کریم میں یہ کہاں لکھا ہے کہ شادی شدہ مرد وعورت اگر زنا

کریں تو ان کو سنگسار کرو اور لواطت کرنے والے کی شرعاً کوئی سزا ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کیا؟

بتایئے! گرہ کاٹ اور کفن چور کا حکم قرآن کریم میں کہاں ہے؟ جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے اس کے بارے میں قرآن میں کہاں لکھا ہے اور کیا لکھا ہے؟ ظہر اور عصر وعشاء میں چار، مغرب میں تین اور فجر میں دو رکعت فرض ہیں حاجیوں کو چاہئے کہ وہ ۸/ذی الحجہ کو منیٰ میں اور ۹/کو عرفات میں قیام کر کے رات مزدلفہ میں گزار کر پھر منیٰ میں آجائیں یہ سب قرآن میں کہاں لکھا ہے۔ جمعہ کے علاوہ پانچوں وقت کی اذان کا ذکر قرآن کی کونسی سورت میں ہے؟ ایسے ہزار ہا مسائل بیان کئے جاسکتے ہیں کہ جن کا ذکر صراحتاً قرآن کریم میں موجود نہیں تو کیا معاذ اللہ آپ قرآنِ مقدس کی ان آیات کو جھوٹا کہنے کی جرأت کریں گے جن کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں ہر شئی کا ذکر کر دیا ہے اور اگر آپ کہہ بھی دیں گے تو کیا تعجب کی بات ہے آخر آپ کے امام ومولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے رسالہ یکروزی میں خدائے پاک کے لئے جھوٹ بولنا ممکن بتایا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افتَرٰی عَلَی اللّٰہ کَذِباً۔ شاید آپ کی جماعت کے کوئی عقلمند صاحب یہ کہنے لگیں کہ قرآن میں نہیں تو احادیث میں تو مذکورہ امور کا ذکر ہے تو انہیں اس موقع پر یہ بتا دینا بہت ضروری ہے کہ خدا نے تو بغیر حدیث کا ذکر کئے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن میں ہر چیز کا ذکر کر دیا ہے۔

آیت کریمہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" کا مطلب یہی ہے جو آپ نے سمجھا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث کا کیا

مطلب ہے۔

"عَنْ عُمَرَ اَنَّ اٰخِرَمَا نَزَلَت آیَتُ الرِّبٰوا وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُوَ فِّیَ وَلَمْ یُفَسِّرھَا لَنَا فَدَعُوْ والرِّبٰوا وَالرِّیبۃ۔"

ترجمہ: سب سے آخر میں سود سے متعلق آیت نازل ہوئی اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور ہم سے سود کی تفسیر بیان نہ کی تو تم سود اور اس کے شک سے بچو۔

(مشکوٰۃ شریف، ابواب البیوع ص ۲۴۶، بحوالہ ابن ماجہ)

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۱۲۴ اور مشکوٰۃ شریف باب الخطبۃ الصلوٰۃ صفحہ ۱۲۳ پر حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں نمازِ جمعہ کے لئے صرف ایک اذان اس وقت ہوتی تھی جب خطیب ممبر پر بیٹھتا تھا۔ فَلَمَّا کَانَ عُثْمَانُ وَکَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِث عَلی الزَّوْرَاء۔ یعنی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی کثرت ہوئی تو مقام زوراء پر ایک اذان اور دلائی جانے لگی۔

ایک اور حدیث حضرت جابر سے مروی سنن ابوداؤد باب عتق امھات الاولاد صفحۃ ۵۵۱ پر ہے۔

"قَالَ بِعْنَا اُمَّھَاتُ الْاَوْلَادِ عَلیٰ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ فَلَمَّاکَانَ عُمَرُ نَھَانَا عَنْہُ فَانْتَھَیْنَا۔"

یعنی ہم زمانہ پاک نبوت اور حضرت ابوبکر میں امہات اولاد کی خرید

وفروخت کرتے تھے اور حضرت عمر نے اپنے دور میں اس سے روک دیا اور ہم رُک گئے۔

سر جوڑ کر بیٹھئے اور بتایئے کہ دین کے مکمل ہو جانے کا وہی مطلب ہے جو آپ نے سمجھا تو حضرت عمر کا کہنا کہ سود کی تفسیر بیان ہونے سے رہ گئی اور ام الولد کی بیع سے روکنا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کثرت عوام کی بنا پر جمعہ کی ایک اذان بڑھانے کا کیا مطلب ہے۔ کیا آپ قرآن کے معنی حضرت عمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ سمجھ گئے ہیں؟

بات دراصل یہ ہے کہ کسی دینی ضرورت یا مصلحت کے پیش نظر کوئی کام کیا جائے تو وہ دین میں زیادتی نہیں بلکہ وہ کام دین ہی میں شمار کیا جائے گا۔ جیسے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور میں حالات بدلتے دیکھ کر عورتوں کو مردوں کے ساتھ مسجد میں جماعت میں شرکت سے روک دیا۔ حالانکہ وہ زمانہ پاک رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آتی رہتی تھیں۔ اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر فرمایا کہ: لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ (بخاری شریف باب خروج النساء الی المسجد صفحہ ۱۲۰) یعنی آج عورتوں سے متعلق جو باتیں پائی جانے لگی ہیں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دیکھتے تو وہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جیسے قوم بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئی تھیں۔

اسلام کے ابتدائی دور میں مساجد پر مینار نہیں بنائے جاتے تھے لیکن جب

آبادیاں بڑھیں اونچی اونچی عمارتیں بننے لگیں تو مسجدوں کی شان وشوکت ظاہر کرنے کے لئے مینار بنائے گئے۔ اور اس میں ایک بڑی حکمت یہ تھی کہ اجنبی آدمی کو دور سے مسجد نظر آجائے۔

تقلید بھی ایک دینی ضرورت ہے کہ بعد کے لوگ بالخصوص عرب کے علاوہ دوسرے ممالک کے لوگ زمانہ نبوی سے دور اور عربی زبان کے لب ولہجہ سے پوری طرح واقف نہ ہونے کی بناء پر دین کو کما حقہ نہیں سمجھ سکتے لہٰذا ان چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کریں جو زمانہ نبوت اور صحابہ کرام سے قریب تھے اور جانتے تھے کہ کونسی آیت کب نازل ہوئی اور کونسی حدیث کس موقع پر فرمائی گئی۔

تعجب بالائے تعجب کہ علم فقہ اور تقلید کو صرف یہ کہہ کر نظر انداز کیا جاتا ہے کہ زمانہ پاک نبوی اور صحابہ کے بعد کی چیز ہے اور علم اصول حدیث اور قواعد عربی زبان یعنی نحو، صرف کو جماعت اہلحدیث اپنے مدارس کے نصاب میں لازم قرار دیئے ہوئے ہے اگر ہم یہ سوال کردیں تو ساری جماعت پر سناٹا چھا جائے گا کہ زمانہ صحابہ کرام میں کیا قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے، نحو، صرف، بلاغت ومعانی وبیان کا سہارا لیا جاتا تھا؟ کیا اصول حدیث ایک مستقل فن کی حیثیت سے پڑھا اور پڑھایا جاتا تھا؟ کیا صحابہ کرام میں یہ گفتگو ہوتی تھی کہ کونسی حدیث صحیح ہے اور کون حسن اور ضعیف؟ اور جو صحیح ہے یا حسن، وہ لذاتہ ہے یا لغیرہ؟ جرح مبہم قابل قبول ہے یا نہیں؟ جرح وتعدیل میں تعارض ہو تو مقبول کیا ہے؟

کیا جماعت اہلحدیث بتائے گی کہ صحابہ کرام کے دور میں بخاری ومسلم تھیں یا دوسو سال کے بعد لکھی گئی تھیں؟ اس زمانے میں آج کل کی طرح

مدارس تھے؟ چندے ہوتے تھے؟ رسیدیں چھپتی تھیں؟ جلسے ہوتے تھے؟ المعہد الاسلامی السلفی رچھا میں ہر سال ختم بخاری کی رسم منائی جاتی ہے۔ اور اشتہار چھاپ کر جلسہ بھی ہوتا ہے کیا یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں ہوا؟

اگر نہیں تو یہ سب اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے منافی ہوا یا نہیں؟ خلاصہ یہ کہ جس طرح قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے کتب تفاسیر فن اصول حدیث اور قواعد عربی کی ضرورت ہے ایسے ہی کلام خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صحیح معنی میں سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے علم فقہ اور ائمہ کرام کی تقلید کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ کہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اب امت مسلمہ میں کوئی کسی سے کوئی دینی بات معلوم نہ کرے اور نہ کسی کو اپنا بڑا پیشوا و امام ٹھہرائے۔ بلکہ جو عقل میں آئے وہ کرے جائے اگر ایسا ہوتا تو حدیث شریف میں یہ کیوں فرمایا جاتا: اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔

''میرے سب صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرلو گے راہ یاب رہو گے۔'' (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۴، باب مناقب الصحابہ)

نیز فرماتے ہیں:

"مَنْ سَرَّہٗ بِحُبُوْحَۃِ الْجَنَّۃِ فَلْیَلْزِمِ الْجَمَاعَۃَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ مَعَ الْفَذِّ۔"

جو جنت میں عمدہ مقام چاہے وہ جماعت کے ساتھ رہے کیونکہ شیطان الگ چلنے والے کے ساتھ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۴)

اور دیکھئے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ."

میری اور میرے ہدایت یافتہ جانشینوں کی راہ اختیار کرو۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۳۰، باب الاعتصام)

احادیث مذکورہ سے خوب واضح ہوگیا کہ دین مکمل ہوجانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اکابر و مشائخ امت کو نظر انداز کر کے قرآن و حدیث میں من مانی کی جائے بلکہ جو دین خدائے تعالیٰ نے مکمل فرمایا اس پر بزرگوں کی رہنمائی و رہبری میں چلنا چاہئے۔

حیرت ہے کہ جماعت اہلحدیث کے اتنے بڑے زبردست عالم مولوی محمد جونا گڑھی نے یہ اعتراض کر دیا کہ جب دین مکمل ہوگیا تو پھر تقلید کی کیا ضرورت؟ لیکن یہ بھی نہیں جانا یا جان بوجھ کر انجان بنے کہ تقلید ائمہ یا مشائخ کی رہنمائی بزرگوں کی رہبری بھی دین ہے سورۂ فاتحہ ہی دھیان سے پڑھ لیتے جس میں ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ

اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ پر چلا ان کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔

گویا کہ سیدھا راستہ اختیار کرنا بغیر بزرگوں کی رہنمائی کے ناممکن ہے تقلید کی دشمنی میں جو آیت کریمہ نقل کی اس کی تفسیر بھی دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی۔

آیت کریمہ: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل فرما دیا۔'' کی تفسیر میں ائمہ کے دو قول ہیں۔

''ایک تو یہ کہ دین مکمل ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ اہل اسلام کو غلبہ

نصیب ہوا ان کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں کفار یا تو مسلمان ہوئے یا مغلوب اور مسلمانوں کے لئے راستے پُر امن اور بستیاں پُر سکون ہو گئیں اور دشمنوں کا خوف نہ رہا۔"

اس تفسیر کی روشنی میں منکرین تقلید کے مقصد کو اس آیت کریمہ سے کوئی تعلق نہیں اور ان کی یہ رٹ لگانے کا کوئی موقعہ ہی نہیں کہ دین کی تکمیل کے بعد تقلید ائمہ کیوں؟

دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حلال وحرام بیان کر دیئے گئے۔ یعنی اب جو حلال ہے وہ حلال رہے گا اور جو حرام ہے وہ حرام رہے گا اب کوئی نئی شریعت اور نیا نبی نہیں آئے گا اس سے بھی جماعت اہلحدیث کے لئے تقلید کو غیر اسلامی امر کہنے کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ تقلید ائمہ حرام وحلال کو جاننے کے لئے ہی کی جاتی ہے۔

تفسیر مدارک التنزیل جزاوّل، ص ۲۷۰ مطبع اصح الطابع، بمبئی پر اسی آیت کے تحت ہے:

(اکملت لکم دینکم) بان کفیتم خوف عدوکم و اظھرتکم علیھم کما یقول الملك الیوم کمل لنا الملك ای کفینا من کنا نخافہٗ اواکملت لکم ماتحتا جون اِلیہ فی تکلینکم من تعلیم الحلال والحرام والتوقیف علی شرائع الاسلام وقوانین القیاس۔"

(ترجمہ) "میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔" یعنی تمہیں دشمنوں کا کوئی خوف نہ رہا اور تم کو ان پر غلبہ عطا فرمایا جیسے بادشاہ کہتا ہے کہ آج ہماری بادشاہت مکمل ہو گئی یعنی دشمنوں سے بے خوف

ہو گئے۔ یا مکلف ہو کر جن امور کی تم کو ضرورت تھی ان کو مکمل فرما دیا جو کہ حرام وحلال سکھانا اور شرائع اسلام وقوانین قیاس سے آگاہ کرنا ہے۔"

مدارک شریف کے آخری کلمات قوانین قیاس نے تو ساری اہلحدیث جماعت کی کمر توڑ دی کیونکہ سوال میں اہلحدیث فاضل نے قیاس کو بھی دین کے منافی بتایا ہے اور اس آیت کریمہ کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ قیاس کرنا خود پروردگار عالم نے سکھایا ہے اور اس کے قوانین اپنی کتاب میں نازل فرمائے ہیں۔

چھٹے پارے میں سورۂ مائدہ کی یہ جو تیسری آیت کا ٹکڑا آپ نے لکھا ہے اس کے ابتدائی کلمات بھی لکھ دیئے ہوتے تو بات خود ہی واضح ہو جاتی کہ یہ آیت کس موقعے پر اور کن حالات میں نازل ہوئی۔ ملاحظہ فرمایئے آیت میں یوں ہے:

"اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْ من دینکم فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔" الخ الایۃ

(ترجمہ) آج کافر تمہارے دین کی طرف سے ناامید ہو گئے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری فرما دی۔

حجۃ الوداع کے موقعے پر جب عرفات کے میدان میں حضور خطبہ دے رہے تھے ایک لاکھ سے زیادہ اہل عرب مسلمان آپ کا خطبہ سن رہے تھے اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی خانہ کعبہ پر اسلامی جھنڈا لہرا چکا تھا۔ مکہ فتح ہو گیا تھا عرب کے بڑے حصے پر اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی

کافر جو یہ سمجھتے تھے کہ ہم طاقت وقوت کے ذریعے اسلام کو مٹالیں گے اور اس دین کو نہیں پھیلنے دیں گے ان کی امیدیں ٹوٹ چکی تھیں اور وہ یہ سمجھ گئے تھے کہ اب اسلام ہمارے بس کا نہیں ہے تب یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا۔

کافر تمہارے دین کی طرف سے ناامید ہو گئے تو اب تم ان سے بالکل نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ ساری اہلحدیث جماعت کے سارے مولویوں کے بس کی بات ہو تو وہ دکھائیں کہ اس آیت کی تفسیر میں کسی صحابی سے یہ منقول ہو یا کسی مفسر نے یہ لکھا ہو کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین مکمل ہو گیا۔ اب تقلید مت کرنا نہ کوئی کسی سے کچھ پوچھے ہر شخص خود ہی قرآن وحدیث سے مسائل نکالا کرے۔

سوال: ہم نے سنا ہے کہ چاروں امام تقلید کو حرام فرماتے ہیں؟

جواب: اس سوال کے ساتھ آپ کو یہ بھی لکھنا چاہئے تھا کہ چاروں اماموں نے تقلید کو حرام کونسی کتاب کے کس صفحے پر لکھا ہے صحیح بات ہے کہ آپ کو سوال کرنے کا ڈھنگ نہیں ہے یہ کوئی بات ہے کہ ہم نے سنا ہے گویا آپ کا کسی بات کو سن لینا سند کے لئے کافی ہے کہ کیا آپ تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے:

"كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِباً اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ"

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔ (یعنی جو ہر سنی ہوئی بات بیان کرے وہ جھوٹا ہے)

(صحیح مسلم، جلد اوّل، ص ۸، مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام، فصل اوّل، ص ۲۸)

سوال :شامی میں لکھا ہے کہ چاروں ائمہ کرام نے اپنا مذہب قرآن حدیث بتایا ہے لہٰذا قرآن کریم اور حدیث کی تابعداری کیوں نہ کی جائے۔

جواب :بے شک ائمہ کرام نے یہ فرمایا ہے لیکن اس سے ہماری بات اور مضبوط ہوگئی کہ جن کا مذہب قرآن وحدیث ہو ان کی تقلید بھی یقیناً قرآن حدیث کی تابعداری ہوگی جدھر گاڑی کا انجن جائے گا تو ڈبے بھی وہیں جائیں گے۔

سوال :اجماع کی تعریف کیا ہے اور اجماع کن لوگوں کا معتبر ہے تقلید شخصی پر اجماع کب ہوا اور کن لوگوں کا؟

جواب :امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے صالح مجتہدین کا کسی ایک زمانے میں کسی امر قولی یا فعلی پر اتفاق اجماع کہلاتا ہے جب سے تقلید کی ضرورت محسوس کی گئی یعنی تبع تابعین کے دور سے آج تک تقلید شخصی پر امت کا اجماع رہا ہے تقلید کے مخالف کبھی کبھی اور کہیں کہیں دیکھنے میں آئے ہیں جیسا کہ عظیم محدث وفقیہ امام طحطاوی نے درمختار کی شرح میں اس کی وضاحت کی ہے۔

هذه الطائفة الناجية المسماة باهل السنّة والجماعة قد اجتمعت اليوم فى المذاهب الاربعة هُمُ الحنفيون و المالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجاً من هذه المذاهب الاربعة فى هذا الزمان فهومن اهل البدعة والنار۔

یعنی وہ ناجی گروہ جس کو اہلسنت وجماعت کہا جاتا ہے وہ چار مذاہب یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی میں منحصر ہوگیا ہے اور فی زمانہ جو ان چاروں

کے علاوہ ہیں وہ اہل بدعت اور ناری ہیں۔

(طحطاوی علی الدر المختار، جلد۴، ص۱۵۳)

اور جماعت اہلحدیث کے ممدوح و مسلم بزرگ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی جو امام الطائفہ اسماعیل صاحب دہلوی کے دادا بھی ہیں وہ فرماتے ہیں:

وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لايعتمد على مذهب مجتهدبعينه وكان ذلك هوالواجب فى ذلك الزمان۔

اور دوسری صدی کے بعد لوگوں میں کسی ایک مجتہد کے مذہب کو اختیار کرنا رائج ہوگیا اور کم ہی کوئی ایسا بچا جو کسی ایک مجتہد کا مقلد نہ ہوگیا اور اس دور میں ایسا ہی کرنا واجب ٹھہرا۔ (الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، مطبوعہ مکتبہ ایشیق، صفحہ۱۹)

کہئے شاہ ولی اللہ صاحب کے فرمان کے مطابق تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک سے صرف دوسو سال کا فاصلہ ہوجانے پر لوگوں کے لئے کسی ایک امام و مجتہد کی تقلید اور اس کے مذہب کو اختیار کرنا واجب ہوگیا تھا اور آپ آج چودہ سو سال کے بعد بھی براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل اخذ کرنے کے دعویدار ہیں اور شاہ صاحب کے فرمان کو پیش نظر رکھ کر یہ بھی بتایئے کیا دوسو ہجری کے بعد ساری امت گمراہ ہوگئی تھی؟ معاذ اللہ رب العالمین۔

یہی شاہ صاحب اسی کتاب میں تھوڑا آگے لکھتے ہیں:

وبالجملة فالتمذهب للمجتهدين سِرٌّ الهمه الله تعالىٰ العلماء وجمعهم عليه۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مجتہدین میں سے کسی ایک کے مذہب کو اختیار کر لینا ایک راز ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دلوں میں ڈالا اور انہیں اس پر جمع کر دیا۔

الحاصل جب صرف دوسری صدی کے بعد ہی امت مسلمہ کو قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے اور ان پر صحیح معنی میں عمل پیرا ہونے کے لئے امام معین کی ضرورت پڑنے لگی تھی تو آج ہم لوگ بھی خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے کو سمجھنے کے لئے اگر مقلد ہیں تو یہ کچھ بھی جائے حیرت نہیں۔

خود حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ لایجمعُ اُمَّتِیْ عَلی ضلالَۃٍ وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الجماعۃ وَمَنْ شذَّ شَذَّ فی النار۔ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ، ص۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنّۃ)

ترجمہ: اللہ رب العزت میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا اور جماعت کے ساتھ خدا کی مدد ہے۔ اور جو الگ رہے گا وہ بروز قیامت بھی سب سے الگ کر کے جہنم میں جھونکا جائے گا۔

اس حدیث کو پڑھ کر اہلحدیث حضرات کو جلد دامن تقلید تھام لینا چاہئے کیونکہ جہنم سے بچنے کی فکر کرنا بہت ضروری ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آج ساری امت کسی نہ کسی امام کی مقلد ہے۔ خواہ وہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں یا امام شافعی و مالک و ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تقلید کے مخالفین دنیا میں انگلیوں پر گننے کے لائق ہیں اور

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

مخالفین تقلید کی قلت تعداد کا اندازہ ناظرین اس سے لگائیں کہ ابھی حال میں جب ان لوگوں نے از راہ تخریب کاری ایک اخبار میں یہ شائع کر دیا کہ تین مرتبہ اور ایک مرتبہ طلاق دینا برابر ہے۔ تو ہندوستان بھر کے تقریباً ہر مکتبہ فکر والوں نے اس کی مذمت کی۔ اور ان بچاروں کی آواز نقار خانوں میں طوطی کی آواز کی حیثیت بھی اختیار نہ کر سکی۔ البتہ بی جے پی، اور آر ایس ایس کے لیڈر بہت خوش ہوئے کہ مسلمانوں میں بھی کچھ ہمارے مثل بشر موجود ہیں۔

سوال: چاروں مذکورہ اماموں میں فلاں ایک کے مسائل سچے ہیں اس کا علم مقلد کو کیسے ہوا؟

جواب: چاروں کے مسائل سچے اور حق ہیں کسی ایک امام کے مذہب کو اختیار کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے کی راہ غلط و باطل ہے اور چونکہ یہ اختلاف اپنے اپنے طریقہ اجتہاد سے پیدا ہوتا ہے اور اجتہادی اختلاف میں دونوں کا درست ہونا اور سب کو اچھا بتانا خود حدیث شریف میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے ملاحظہ فرمائیے۔

جنگ خندق سے واپسی پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودی قبیلے بنو قریظہ پر جب حملے کا ارادہ فرمایا تو جانثاروں کو حکم فرمایا کہ بنو قریظہ پر حملہ کرنا ہے ہر شخص عصر کی نماز وہیں چل کر پڑھے راستے میں عصر کا وقت ہو گیا تو جانثار دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے کچھ کا خیال تھا کہ حضور کا مقصد یہ نہیں تھا کہ خواہ وقت نکل جائے مگر نماز راستے میں نہ پڑھ کر بنو قریظہ ہی

میں پڑھی جائے لہٰذا ان لوگوں نے وقت نکلنے اور سورج غروب ہونے کے خوف سے نماز راستے ہی میں پڑھ لی اور کچھ اصحاب نے فرمایا کہ جب سرکار کا حکم ہے کہ نماز عصر وہیں چل کر پڑھی جائے ہم راستے میں نہیں پڑھیں گے خواہ وقت نکل جائے۔ یعنی ایک جماعت نے ظاہر لفظ پر عمل کیا اور دوسری نے معنیٰ کی گہرائی پر نظر کی۔ سرکار سے جب اس امر کا ذکر کیا گیا تو ہر دو جماعتوں کو پسند فرمایا۔

حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

عَنْ اِبْنِ عُمَر قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَایُصَلِّیَنَّ اَحَدُ نِ الْعَصْرِ اِلَّافِی بَنِی قُرَیْظَۃَ فَاَدْرَکَ بَعْضَھُمُ الْعَصْرُ فِیْ الطَّرِیْق وَقَالَ بَعْضُھُمْ لَانُصَلِّی حَتّٰی نَاتِیَھَا وَقَالَ بَعْضُھُمْ بَل نُصَلِّی لَمْ یُرِدْ مِنَّاذٰلِكَ فَذُکِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَعْنِفْ اَحَدامِّنْھُمْ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ احزاب سے واپس تشریف لائے تو ہم لوگوں سے فرمایا کہ ہر شخص نماز عصر بنو قریظہ میں چل کر پڑھے۔ تو کچھ حضرات کو وقت عصر راستے میں ہی ہو گیا تو ان میں بعض نے فرمایا کہ ہم نماز عصر حضور کے فرمان کے مطابق بنو قریظہ کی بستی میں پہنچنے کے بعد ہی پڑھیں گے اور بعض حضرات کی یہ رائے ہوئی کہ حضور کا مقصد یہ نہیں تھا (خواہ وقت جاتا رہے مگر نماز عصر بنو قریظہ ہی میں پڑھی جائے) بلکہ ہم لوگ نماز راستے ہی میں ادا کریں گے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں

کہ جب یہ بات حضور کے سامنے لائی گئی تو آپ نے دونوں جماعتوں میں سے کسی کو ناپسند نہیں فرمایا۔ یعنی دونوں کو صحیح بتایا۔

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۱۲۹، باب صلوٰۃ الطالب والمطلوب)

بخاری کے اسی صفحے پر حاشیئے میں ہے:

صلوا فی بنی قُریظة، مع ترك الوقت

یعنی ان لوگوں نے نماز عصر بنو قریظہ ہی میں پڑھی حالانکہ وقت عصر جاتا رہا تھا۔

جب ایک گروہ وقت کے اندر راستے میں اور دوسرا گروہ وقت گزرنے یعنی سورج غروب ہونے کے بعد نماز عصر پڑھ کر دونوں سرکار کی نظر میں اختلاف آراء وطریقہ کار کے باوجود محبوب و پسندیدہ ہو سکتے ہیں تو حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی بھی مسائل فرعیہ میں اختلاف کے باوجود محبوب و مقبول ہو سکتے ہیں۔ اور جو پانچویں راہ اختیار کرے یعنی ان چاروں پر اعتراض کرے وہ یقیناً مردود و مقہور ہے کیونکہ وہ انہیں برا کہہ رہا ہے اور صحابہ کرام نے ایک دوسرے کو برا نہ کہا تھا اور آپس میں اختلاف کے باوجود کسی کی مذمت نہ کی تھی نہ طعن و تشنیع جیسے کہ اہلحدیث گروہ مقلدین کے پیچھے پڑ گیا ہے۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں دو حضرات سفر پر تشریف لے گئے راستے میں ایک جگہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کی۔ آگے بڑھے تو پانی مل گیا وقت باقی تھا ایک صاحب نے وضو کر کے نماز دہرائی دوسرے صاحب نے نہیں دہرائی واپسی میں دونوں نے قصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کو صحیح فرمایا کسی کو غلط نہ بتایا اور فرمایا:

''کہ جس نے نماز نہیں دہرائی اس نے سنت کے مطابق کام کیا اور جس نے دہرائی اس کے لئے دوگنا ثواب ہے۔''

(مشکوٰۃ شریف، باب التیمم فصل ثانی، ص ۵۵)

چونکہ چاروں مذاہب مقبول بارگاہ ہیں۔ لہٰذا جس کسی پر عمل کیا جائے وہ حق و درست ہوگا جیسے ایک سمندر سے چار نہریں نکالی جائیں تو ہر نہر سے پینے والا سمندر کا ہی پانی پیئے گا یہ چاروں مذاہب قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک کی تقلید قرآن وحدیث کی اتباع ہوگی۔

اس بات کو سمجھانے کے لئے میں ایک اور مثال لکھتا ہوں:

''ایک شاہی محل تک پہنچنے کے لئے علیحدہ علیحدہ چار راستے ہیں ایک پچھم سے دوسرا پورب سے تیسرا اُتر سے اور چوتھا دکھن سے اور بادشاہ کے دربار تک جانے میں پبلک میں سے کوئی کسی اور کوئی کسی راستے سے گیا ہر ایک گروہ نے الگ الگ راستہ اپنایا ظاہر ہے کہ سب بادشاہ تک پہنچ جائیں گے لیکن کچھ سر پھرے کہنے لگے کہ ہم صرف ایک راستے سے کیوں جائیں جب چاروں صحیح ہیں تو چاروں سے جائیں گے تھوڑی دیر ایک پر چلے اسے چھوڑ پھر دوسرا پکڑا پھر لوٹے اور تیسرے پر پھر چوتھے پر، یونہی کبھی کوئی کبھی کوئی راستہ اپنایا ظاہر ہے کہ یہ بادشاہ تک کبھی نہ پہنچیں گے۔

(تیلی کے بیل کو گھر ہی کوس پچاس)

حضور نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی کافی اختلاف رہا ہے ان میں بھی کسی ایک کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور چلئے ہم سے آپ نے یہ فرمایا کہ کس کے مسائل سچے ہیں یہ علم مقلد کو کیسے ہوگا؟ لیکن جہاں احادیث میں اختلاف ہے وہاں آپ یہ کیسے جانیں گے کہ کونسی حدیث قابل عمل ہے اور کون نہیں یا کسی محدث یا عالم کی مانیں گے تو اس کے مقلد آپ ہو جائیں گے یا نہیں؟ یا حضور انور نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذات خود آپ کو بتانے آئیں گے کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں ضعیف ہے اور بالفرض حضور تشریف لے آئے تو یہ بعد وصال تصرف ہوگا۔ جو آپ کے مذہب کے قطعاً منافی ہے۔ کیونکہ آپ کے مولوی اسماعیل صاحب دہلوی تو حضور کو مر کر مٹی میں ملنے والا لکھ چکے ہیں معاذ اللہ۔
اور احادیث میں اختلاف کافی ہے۔ مثلاً مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۱۵۷ "باب الوضوء من مامست النار" میں حضرت زید بن ثابت انصاری اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ایک حدیث ہے "تَوَضَّؤُ مِنْ مَا مَسَّتْ النَّارِ" یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کو کھا کر وضو کرو۔ مسلم شریف کے اسی صفحے پر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ وضو کر رہے اور فرما رہے ہیں کہ میں نے پنیر کھایا ہے اس لئے وضو کر رہا ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "پکی ہوئی چیزیں کھا کر وضو کرو۔
اور بخاری شریف باب مَنْ لَمْ يَتَوَضَّاءْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ صفحہ ۳۴

پر ایک حدیث ہے: عن عبدِ اللّٰہِ ابن عباس اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَکَلَ کَتْفَ شَاۃٍ ثُمَّ صَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّاء۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کے شانے کا گوشت تناول فرمایا اور نماز پڑھی لیکن وضو نہیں کیا نیز بخاری شریف کے اسی صفحے پر ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے گوشت کھانے کے بعد وضو فرمایا۔

مذکورہ بیان سے ظاہر ہے کہ ایک حدیث کے بموجب پکی ہوئی چیزوں کو کھانا ناقض وضو ہے اور دوسری سے نہیں۔ اب پتہ نہیں کہ آپ اہل حدیث کیسے بنیں گے؟ مقلد تو اس لئے نہیں بنے کہ چاروں مذاہب کے مسائل میں اختلاف ہے اب یہ احادیث کا اختلاف آپ کو اہلحدیث بھی تو نہیں بننے دے گا۔

ملاحظہ ہو۔ بخاری شریف صفحہ ۲۷ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: تَوَضَّا رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَرَّۃً مَرَّۃً یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعضاء وضو کو صرف ایک بار دھویا اور اسی صفحے پر حضرت عبداللہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعضائے وضو کو دو دو بار دھویا اور صفحہ ۲۸ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین تین بار دھونے کی روایت ہے۔ یہاں بتایئے کہ آپ تینوں میں سے کس کو مانیں گے اور حدیث کے علاوہ کسی اور کی مدد لئے بغیر مطابقت کیسے کریں گے؟

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱ باب "مایوجب الوضوء" میں ایک حدیث

ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کَانَ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یقبّل بَعْضَ اَزْوَاجِہ ثُمَّ یُصَلِّیْ وَلَایَتَوَضَّاءُ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیوی کا بوسہ لیتے اور بغیر وضو کئے نماز ادا فرما لیتے۔ اور اسی صفحہ ۴۱ پر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ ابن مسعود سے ایک ہی مفہوم کی تین احادیث مروی ہیں: واللفظ لابن عمر من قبّل امرأتہ ومَسّھا بیدہ فعلیہ الوضوء یعنی جس نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا یا ہاتھ سے چھوا تو اس پر وضو کرنا لازم ہے۔ مزید دیکھتے چلئے! مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱ پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اذامسّ اَحَدُکُمْ ذَکَرَہٗ فَلْیَتَوَضَّاء" یعنی جو شخص عضو تناسل کو چھوئے تو اس کو چاہئے کہ وضو کرے اور اسی سے متصل دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا عضو تناسل کو چھونے کے بعد وضو کرنا ہوگا تو فرمایا: "ھَلْ ھُوَ الا بضعۃ منک" یعنی وہ تمہارے جسم کے اور حصوں کی طرح ایک حصہ ہے یعنی اور حصوں کو چھونے سے وضو نہیں جاتا ایسے ہی اس کو چھونے سے بھی۔

علاوہ ازیں مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲ پر امیر المؤمنین حضرت عمر ابن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْوَضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ" یعنی اگر جسم سے خون نکل کر بہ جائے تو وضو کرنا ہوگا اور بخاری شریف صفحہ ۲۹ باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: "اِنَّ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کَانَ فِی غَزوۃِ ذات

الرّقاع فَرُمِیَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَنَزَفَهُ الدّم فَرَفَعَ وَسَجَدَ وَمَضیٰ فِی صَلوته۔ یعنی غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک صاحب کے بحالت نماز تیر لگا۔ اور کثرت سے خون نکلا لیکن وہ نماز پڑھتے رہے۔

صرف وضو کے بیان سے متعلق تین چار صفحات کی ہم نے آپ کو اس قدر مختلف احادیث دکھائیں۔ اگر ہزاروں ہزار صفحات پر مشتمل پوری بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ وغیرہا سے چھانٹ کر احادیث مختلفہ تحریر کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔

اور ان احادیث میں جن بزرگوں نے تطبیق کی صورت نکالی ہیں یا ناسخ و منسوخ یا مقبول و متروک کی وضاحت کی ہے۔ ان کی تو آپ مانیں گے نہیں۔ خواہ وہ امام ابوحنیفہ ہوں یا شافعی و مالک و ابن حنبل یا بخاری، مسلم، ترمذی، یا ابن تیمیہ اور ابن قیم و ابن جوزی۔ کیونکہ جس کی مانی اسی کے آپ مقلد ہو جائیں گے اور قرآن و حدیث کے علاوہ کسی اور کی اتباع ہو جائے گی۔ مگر ہمارے لئے تو معاملہ آسان ہے کہ ہم تو احادیث میں تعارض کے وقت ان احادیث پر عمل کر لیتے ہیں۔ جن کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیادہ درست جانتے ہوئے قابل عمل ٹھہرایا ہے کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کے زمانہ سے نہایت قریب ہونے کی بنا پر ہم سے کہیں زیادہ احادیث کو جانتے تھے۔

اس موقع پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ تقلید صرف ان احکام و فروعی مسائل میں کی جاتی ہے۔ جو قرآن و حدیث سے استنباط کر کے نکالے جائیں۔ رہے عقائد دینیہ اور وہ احکام و مسائل جو صراحتاً صاف طور پر قرآن و

حدیث میں مذکور ہیں اُن میں ہم بھی کسی امام کی تقلید نہیں کرتے بلکہ قرآن وحدیث ہی سے سند لاتے ہیں۔ جیسے توحید ورسالت سے متعلق عقیدہ یا نماز وروزہ، حج وزکوٰۃ کی فرضیت، شراب وخنزیر کی حرمت نماز کی رکعتیں وغیرہا اس قسم کے مسائل میں ہم بھی کسی امام کے مقلد نہیں ہیں البتہ وہ مسائل جو صراحتاً قرآن وحدیث میں نہ ہوں یا ہوں۔ تو ان سے متعلق احادیث مختلف آئی ہوں تو ان میں سوائے تقلید کے چارۂ کار نہیں۔

احادیث میں جو ہم نے ابھی اختلاف ذکر کیا ہے اس سے ہمارے مسلمان بھائی پریشان ہرگز نہ ہوں کہ آخر ایسا ہوا کیوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ جس طرح حکیم وڈاکٹر مریض کی حالت کے اعتبار سے دوا اور نسخے بدلتے رہتے ہیں اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جیسی ضرورت ہوتی تھی ویسے ہی احکام صادر فرمائے اور چونکہ آپ قانون ساز تھے آپ جو فرمادیتے تھے اُسے جب چاہتے باذن الٰہی بدل دیتے تھے۔ اور یہ اختیارات آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کرم سے عطا فرمادیئے تھے۔

جیسے ابتدائے اسلام میں بجائے خانہ کعبہ کے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی اب اگر بالفرض کوئی شخص اس حال میں حضور کو نماز پڑھتا دیکھ کر اسی زمانے میں کسی دوسرے ملک میں چلا جائے تو وہ یہی بتائے گا کہ نماز میں قبلہ بیت المقدس ہے لیکن اس کے متعلق تو قرآن کی آیت نازل ہوگئی۔ لہٰذا یہ نسخ عوام وخواص تک پہنچ گیا۔ لیکن اس کے علاوہ صدہا امور ایسے ہیں کہ صحابہ میں سے جس نے جو سنا اور حضور کو جیسے کرتے دیکھا وہی لوگوں کو بتادیا۔ اس لئے احادیث میں

اختلاف واقع ہوا۔ اب یہ چھانٹ پھٹک کرنا کہ حضور نے کونسی بات کس موقع پر فرمائی اور پھر اس کی جگہ پر دوسرا حکم کب ارشاد فرمایا۔ کونسی آیت کس موقع پر نازل ہوئی یہ سب ہمارے آپ کے بس کی بات نہیں۔ لہٰذا اس قسم کے اُمور میں ائمہ کرام کی تقلید کی جاتی ہے اور اس معاملہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ تلاش کیا جائے کہ چاروں میں کون حق پر ہے بلکہ چاروں علی الحق اور مقبول بارگاہ ہیں۔ ان میں سے کسی بھی ایک کی تقلید کی جاسکتی ہے۔ جیسے حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں باآں جنگ وجدال، قتل وغارت گری اور خونریزی دونوں ہی حضرات کا احترام کیا جاتا ہے۔ کسی کو بھی برا بھلا نہیں کہا جاتا۔ نہ کسی پر طعن جائز ہے۔

اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ چاروں پر عمل کیا جائے ورنہ لوگ جس مسئلے میں جدھر آسانی دیکھیں گے اسی پر عمل کریں گے اور آرام طلبی عیش پرستی مذہب بن جائے گا۔

جیسے امام شافعی کے یہاں جب تک جان کا خطرہ نہ ہو۔ تیمّم کی اجازت نہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں وضو کرنے سے بیماری بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے کا خطرہ ہو تب بھی تیمّم کی اجازت ہے۔ لہٰذا اس میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ مسئلے پر آسانی کے پیش نظر عمل کیا جائے اور جسم سے خون نکل کر بہہ جائے تو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں وضو باقی رہتا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا اس مسئلے میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کی تقلید کی جائے وعلی ھذا القیاس۔

غرض کہ جدھر آرام وہی ہمارا مذہب اور اسلام، خواہشات نفس کی پیروی بن کر رہ جائے گا۔ اس آرام طلبی سے بچانے کے لئے فقہاء نے حکم دیا جو جس کا مقلد ہے وہ جملہ مسائل فرعیہ میں اسی کی تقلید کرے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی جنگل یا کسی بھی نئی جگہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ قبلہ کدھر ہے اور کوئی بتانے والا بھی نہ ہو تو اس کے لئے حکم ہے کہ دماغ پر زور دے جدھر زیادہ جھکاؤ ہو اسی جانب منہ کر کے نماز پڑھ لے نماز درست ہو جائے گی۔ خواہ غلط رُخ پر ہو ایسے ہی مجتہد ایسے مسئلے میں جو قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہ ہو یا احادیث متعارض ہوں غور وخوض کر کے قوتِ اجتہاد سے ایک رائے متعین کرے گا اس میں اگر وہ غلطی پر ہو تو بھی درست مانا جائے گا اور مقلد کے لئے اس کی تقلید لازم ہوگی۔ اور جو مجتہد نہیں وہ چاروں اماموں میں سے جس کی تقلید کرے حق پر ہوگا جیسا کہ خود خداوند کریم نے قرآن مجید میں فرمایا: لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا الایۃ اللہ تبارک تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

سوال: فقہ کی موجودہ کتابوں میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جنہیں سننے سے قے آنے لگے کیا یہ مسائل بھی فی الواقع ابوحنیفہ کے ہیں؟

جواب: آپ کا سوال ادھورا ہے آپ کو وہ مسائل ذکر کرنا چاہئے تھے جنہیں پڑھنے یا سننے سے آپ کو قے آنے لگتی ہے اور اگر کسی کو قے میں مبتلا دکھا دیں تو آپ کی بات اور مضبوط ہو جائے گی۔ ورنہ ڈرو اس دن سے کہ جس دن حقیقت بے نقاب ہوگی اور غلط بیانی کی سزا ملے گی۔ اور آپ کو قے آ بھی گئی ہو تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے حق کے سامنے باطل کو تو قے

آ ہی جاتی ہے۔

سوال: ذرا مہربانی کر کے یہ بتایئے کہ فقہ کی موجودہ کتابوں میں سے کوئی ایک بھی ایسی ہے جسے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود لکھا ہو۔

جواب: انہوں نے خود نہ لکھ کر اپنے شاگردوں سے لکھوائیں ان کے شاگردوں کی تصانیف سے ان کا مذہب ظاہر ہے آپ کی بھی نہایت مہربانی ہوگی اگر یہ بتادیں کہ حدیث کی موجودہ کتابوں میں کوئی ایک بھی ایسی ہے جس کو پیغمبر اسلام نے خود لکھا ہو یا کم از کم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عمر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لکھی ہوئی حدیث کی کوئی مشہور کتاب اس زمانے میں دکھادیں۔

سوال: چاروں امام افضل ہیں یا چاروں خلیفہ؟ جب چاروں اماموں کی تقلید فرض ہے تو چاروں خلفاء کی ڈبل فرض کیوں نہ ہو اور چاروں خلفاء کی تقلید سے کس نے منع کیا؟

جواب: چاروں ائمہ کرام نے جو کچھ فرمایا وہ سب خلفاء کرام و دیگر صحابۂ کرام کے اقوال و افعال کی روشنی میں فرمایا ہے۔ آپ بتایئے کہ مولوی ابن تیمیہ ابن قیم، اسماعیل دہلوی، قاضی شوکانی، ثناء اللہ امرتسری، میاں نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، عبدالسلام بستوی، صفی الرحمٰن مبارکپوری، کیا صحابہ کرام سے افضل ہیں کہ صحابہ کرام کے اقوال ہوتے ہوئے ان کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں اور ان پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔

سوال: اگر چاروں امام قرآن و حدیث سے مسائل لیتے رہے تو ہمیں قرآن اور حدیث سے مسائل لینے میں غیر مقلد بن جانے کا خوف کیوں ہو؟

جواب: چلئے کم از کم آپ نے یہ اقرار کیا کہ چاروں امام قرآن وحدیث سے مسائل لیتے رہے ہم خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایسے اماموں کا مقلد بنادیا ہے کہ جو مسائل قرآن وحدیث سے لیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث سے مسائل لینے والوں کی تقلید قرآن وحدیث کی اتباع ہوگی اور آپ کا دعویٰ اجتہاد چھوٹا منہ بڑی بات ہے لگتا ہے کہ کل کو آپ یہ بھی کہہ دیں گے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام الٰہی وحی کے ذریعہ حاصل کرتے تھے تو ہمیں بھی وحی کے ذریعہ مسائل حاصل کرنے میں کوئی خوف کیوں ہو۔ آپ کی اس قسم کی باتوں نے فرقۂ اہل قرآن کو جنم دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ قرآن کے ہوتے ہوئے کسی اور کی ضرورت نہیں اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث ہمیں کافی ہے لیکن ہم کہتے ہیں قرآن کی بھی ضرورت ہے اور حدیث کی بھی اور قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے لئے فقہ وتفسیر اور ائمہ کی تقلید کی بھی ضرورت ہے۔

آپ کا یہ سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی بیمار یہ کہنے لگے کہ میں ڈاکٹر کے پاس کیوں جاؤں میرے لئے ڈاکٹری کی کتابیں اور میڈیکل اسٹور بہت کافی ہیں اور خطرناک بیماریوں کا علاج کتابوں اور دواخانوں سے کرنے لگے۔ بس یوں ہی سمجھ لیجئے کہ جس طرح میڈیکل اسٹورس میں دوائیں ہیں لیکن وہ سب کے لئے نہیں بلکہ ان سے فائدہ پہنچانا ڈاکٹروں کا کام ہے۔ یوں ہی قرآن وحدیث میں مسائل ہیں لیکن ان کو پانا مجتہدین کا کام ہے۔

سوال: خانہ کعبہ میں چار مصلیٰ کب بچھائے گئے۔ سنا ہے کہ یہ ساتویں صدی کی بدعت ہے؟

جواب : ہم بتا چکے ہیں کہ دینی ضرورت اور اہل اسلام کی سہولت کے پیش نظر اگر کوئی کام کیا جائے تو وہ بدعت سیئہ نہیں ہوتا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز تراویح جماعت کے ساتھ روزانہ اپنے دور میں پڑھوائی اور فرمایا: "نِعْمَ البدعة هذه" یہ اچھی بدعت ہے۔ یعنی یہ نیا کام اچھا ہے۔ (بخاری شریف باب قیام رمضان، صفحہ ۲۶۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے جانشینوں نے مسلمانوں کی سہولت کے پیش نظر ساتویں صدی میں چار مصلیٰ قائم کر دیئے تھے آپ بتایئے کہ جس زمانہ میں یہ چار مصلیٰ قائم کئے گئے تھے۔ اس زمانے میں جب کہ دنیا کے اندر لاکھوں جید علماء کرام موجود تھے کیا کسی نے اس کی مخالفت کی؟ اور جن مشہور علماء نے مخالفت کی ان کے نام کیا ہیں؟

اور اگر آپ یہ نام نہ شمار کرا سکے تو اس پر امت کا اجماع ثابت ہو جائے گا اور حدیث ہم نقل کر چکے کہ سرکار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی۔

یہاں ہم صحیح بخاری کی ایک ایسی حدیث نقل کر دیں کہ جس کو پڑھ کر یا تو منکرین تقلید ہوش میں آ جائیں گے اور وہ ہر نئے کام خواہ وہ امت کے لئے کتنا ہی ضروری اور کیسا ہی کار خیر ہو اس کو بدعت بدعت کی رٹ لگا کر بُرا کہنا چھوڑ دیں گے یا پھر اس حدیث مبارکہ کو پڑھ کر ان کی پوری جماعت پر سناٹا چھا جائے گا۔ ہوش اڑ جائیں گے۔ آنکھیں پھٹ جائیں گی اور انہیں دن میں تارے نظر آ جائیں گے یہ ایک ایسی حدیث ہے جس میں غیر مقلدیت اور وہابیت کے تقریباً سارے قلعے ڈھا دیئے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْبَكْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهٗ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ عُمَرَ اَتَانِيْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّيَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَاِنِّيْ اَخْشٰى اِنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْمَوَاطِنِ بِالْقُرَّاءِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَامُرَ لِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ لِعُمَرَكَيْفَ تَفْعَلُ شَيْأً لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ عُمَرُوْ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِذٰلِكَ۔ الخ۔ (الحدیث)

ترجمہ: صحابی رسول حضرت زید ابن ثابت سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے موقعے پر مجھ کو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق نے بلایا میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان کے پاس حضرت عمر بھی تشریف فرما ہیں حضرت ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ یہ جناب عمر میرے پاس آئے اور بولے کہ یمامۃ کے دن قرآن کے قاری بہت شہید ہو گئے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر اور جنگوں میں اسی طرح قرآن کے قاری شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم دے دیں میں نے (ابوبکر نے) عمر سے کہا کہ کہ تم وہ کام کیسے کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا تو انہوں نے یعنی حضرت عمر نے کہا۔ لیکن اللہ کی قسم! یہ اچھا کام ہے عمر بار بار یہ کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور میں نے حضرت عمر کی رائے میں مصلحت دیکھی۔ راوی حدیث جناب زید کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے مجھ سے

فرمایا کہ تم ایک جوان اور عقلمند آدمی ہو ہمیں تم پر اعتماد ہے۔ اور تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی لکھتے رہے ہو۔ لہٰذا تم ہی قرآن کو تلاش کرو۔

جناب زید فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو ہٹانے کا حکم دیتے وہ بھی مجھ پر اتنا گراں نہ ہوتا جتنا کہ قرآن جمع کرنے کا حکم مجھ پر بھاری پڑا میں نے کہا کہ آپ لوگ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا اس پر حضرت ابوبکر نے کہا وہ کام خدا کی قسم بہت اچھا ہے پھر جناب ابوبکر بار بار مجھ سے یہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے میرا سینہ بھی کھول دیا۔ جس کے لئے جناب ابوبکر وعمر کا سینہ کھولا۔ پھر میں نے قرآن کی تلاش شروع کی اُسے خرمے کی شاخوں پتھروں اور لوگوں کے سینے سے جمع کرنے لگا۔ حتی کہ سورۂ توبہ کا آخری حصہ حضرت خزیمہ انصاری کے پاس ملا ان کے علاوہ اور کسی کے پاس نہ ملا یعنی لقد جاءکم سے ختم سورۃ تک پھر یہ اوراق حضرت ابوبکر کے پاس رہے حتی کہ رب نے انہیں وفات دی۔ پھر تاحین حیات حضرت عمر کے پاس پھر حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس۔

(بخاری جلد۲، صفحہ۷۴۵، باب جمع القرآن اور مشکوٰۃ صفحہ۱۹۳)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں اجتماعی شکل میں نہ تھا۔ بلکہ کوئی سورۃ وآیت کسی کے پاس اور کوئی سورۂ آیت کسی کے پاس اس طرح متفرق طور پر لوگوں کے پاس محفوظ تھا۔ حضرت عمر فاروق نے حضرت ابوبکر سے عرض کیا اور

انہوں نے حضرت زید بن ثابت کو باصرار حکم دے کر جمع قرآن کا کارنامہ انجام دیا اور سبھی حضرات نے یہ باور فرمالیا کہ کام اگرچہ نیا ہے لیکن خیر ہے اچھا ہے لہٰذا اس کا کرنا واجب وضروری ہے۔

اس حدیث کا مطالعہ کرنے کے بعد کئی امور صاف ہوکر ذہن میں آتے ہیں:

(۱) اگر پہلے کے لوگوں نے کوئی کام نہ کیا ہو اور اس میں کوئی دینی اسلامی مصلحت ہو تو بعد والے لوگ اس کو کر سکتے ہیں۔

(۲) ہر نیا کام بدعت وگمراہی نہیں ہوتا جب کہ وہ کار خیر ہو اور اس میں کوئی قومی وملی فائدہ ہو۔

(۳) دینی مدرسے، جلسے، اشاعت کتب، نیاز فاتحہ، میلاد، سلام وقیام وغیرہ اگرچہ قرونِ اولیٰ میں بعینہٖ موجودہ شکل پر نہ پائے جائیں۔ لیکن یہ سب کام اچھے ہیں اور ان سے بہت سے دینی قومی فائدے ہیں لہٰذا یہ سب جائز ومستحسن اور باعث اجر وثواب ہیں۔

(۴) اگر زمانہ صدیقی میں ہر نئے کام کو بدعت بتا کر اس سے باز رہنے والے اور باز رکھنے والے لوگ موجود ہوتے تو قرآن جیسی لازوال اور بے مثال نعمت الٰہیہ سے امت محروم رہ جاتی۔

(۵) معلوم ہوا کہ ہر نئے کام کے بدعت وگمراہی نہ ہونے پر دورِ صدیقی ہی میں صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا تھا۔ یہاں یہ کہنے کی بھی معترض کو گنجائش نہیں کہ چونکہ یہ کام دورِ صدیقی کا ہے اور حدیث میں ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو کیونکہ حضرت صدیق نے حضرت عمر کے اور حضرت زید نے دونوں حضرات کے فرمانے پر یہ نہیں کہا کہ خلافت راشدہ ہے۔ لہٰذا جو ہوگا وہ سنت ہوگا بلکہ یہ فرمایا کہ کام نیا ہے مگر

بہتر ہے۔

(٦) ہر بات کے لئے یہ نہیں معلوم کرنا چاہئے کہ اس کے بارے میں وحی کب آئی کیوں کہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ رب کریم ان کے لئے اپنے بندوں کے دل کھول دیتا ہے اور انہیں توفیق خیر مرحمت فرماتا ہے۔

جس کتابچے کے سوالوں کے جواب ہم لکھ رہے ہیں کہ تقلید شخصی پر اس کے اکثر اعتراض کا جواب اس حدیث صحیح صریح میں بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہے۔ فللّٰہ الحمد اوّلاً و آخراً۔

سوال :اس تقلید کے بارے میں کچھ اللہ ورسول نے بھی فرمایا کہ نہیں اگر فرمایا ہے تو کیا فرمایا ہے؟

جواب :جی ہاں متعدد مقامات پر قرآن کریم نے ائمہ کرام کی تقلید کا حکم فرمایا: ملاحظہ ہو۔

تقلید کا ثبوت آیات قرآنیہ اور احادیث و تفسیر سے

آیت نمبر ۱: اھدنا الصراط المستقیم صراط الّذیُن انعمت علیھم۔
(سورۃ فاتحہ، پارہ نمبر ۱)

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا ان کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔

کہئے سیدھے راستے کے بعد یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تم سیدھے راستے کو نہیں سمجھ سکو گے۔ ان کے نقش قدم پر چلو جن پر میرا احسان ہے۔ یہ تقلید کی طرف کھلا اشارہ ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن پر خدا نے بے پناہ احسان فرمایا۔ شیخین نے ابوہریرہ سے اور طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لوکان العلم عند الثریا اور ابونعیم کی روایت میں ہے لوکان معلقاً بالثریّا لتناولہ رجل من ابناء فارس یعنی ایمان یا علم اگر ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس کو لے آئے گا۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲، ص ۲۹۷، بخاری، جلد ۲، کتاب التفسیر باب قولہ وآخرین منھم، ص ۷۲۷، اور الفاظ مسند احمد بن حنبل کے ہیں۔

محدثین کی ایک جماعت کا خیال اس حدیث میں حضرت امام اعظم

ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ آپ فارس النسل تھے اور اہل فارس میں آپ کی مثل کوئی عالم وفقیہ نہ گزرا۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ کی شان مقام ومرتبہ تو یہ ہے کہ حضرت امام شافعی بھی جب ان کے مزار شریف پر حاضری دینے آئے تو وہاں امام صاحب کے مسلک کے مطابق نماز ادا فرمائی۔ بسم اللہ آہستہ پڑھی۔ رفع یدین نہ کیا۔ فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھی۔ (خیرات الحسان للامام، ابن حجر مکی، الانصاف للشاہ ولی اللہ محدث دھلوی، ص ۲۸)

اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ میں باوجود فروعی مسائل میں اجتہادی اختلاف کے ایک دوسرے سے نفرت نہ تھی بلکہ ادب واحترام کیا کرتے تھے اور بیشک چاروں مسلک حق ہیں۔

آیت نمبر ۲، اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ
(پارہ نمبر ۵، رکوع نمبر ۵)

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے حکم والوں کی۔

بتایئے کہ یہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد یہ کسی اور کی اطاعت کا حکم قرآن کریم میں کیوں ہے؟ آپ کا وہ قول کہاں گیا کہ ہمیں قرآن وحدیث کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ شاید آپ یہ کہیں کہ حکم والوں سے سلاطین اسلام مراد ہیں۔ تو واضح رہے کہ سلاطین کا مرتبہ اہل علم کے بعد ہے کیوں کہ سلطان بھی علماء سے پوچھ کر ہی فیصلے کرے گا اور ان کے حکم پر اسے بھی چلنا پڑے گا۔ تبھی وہ اسلام کا سلطان کہلائے گا اور سلطان بھی تو خدا اور رسول کے علاوہ ہی ہے یا وہ آپ کا خدا اور رسول ہے معاذ اللہ رب العالمین۔

آیت نمبر۳، فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔
(پارہ ۱۴، رکوع ۱۲، سورۂ نحل آیت ۴۳)

ترجمہ: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔ اس آیت میں علم والوں کی طرف لوگوں کو رغبت دلائی گئی۔ اور ان کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر علم والا ان کے بعد کوئی پیدا نہیں ہوا۔

آیت نمبر۴، واتبع سبیل من اناب الیّ۔ (پارہ ۲۱، سورۂ لقمان)

ترجمہ: میری طرف رجوع لانے والوں کی اتباع کرو۔

آیت نمبر۵، فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔
(پارہ ۱۱، رکوع ۴، سورۂ توبہ آیت ۱۲۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر مجتہد بننا ضروری نہیں بلکہ بعض تو فقیہ بنیں اور بعض ان کی تقلید کریں۔

آیت نمبر۶، یوم ندعوا کل اناس م بامامھم۔ (پارہ ۱۵، رکوع ۷)

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر روح البیان میں لکھا ہے:

اومقدم فی الدین فیقال یا حنفی یاشافعی۔"

یعنی یہ امام دینی پیشوا ہے تو قیامت میں کہا جائے گا۔ اے حنفی، اے شافعی۔

آیت نمبر۷، ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّی ونُصلِہٖ

جھنم وَسَائَتْ مصیراً (پارہ:۵،رکوع ۱۴،آیت نمبر ۱۱۵،سورہ نسا آء)
ترجمہ:اور جو مسلمانوں کے خلاف راہ چلے ہم اس کو اس کے رُخ پر پھیر دیں گے۔اور جہنم میں پہنچائیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔
بتایئے یہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کے ساتھ مؤمنین کے ذکر کی کیا وجہ ہے اور فی زمانہ عام مؤمنین کے خلاف کون چل رہا ہے؟

آیت نمبر ۸،یَاأَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تَّقُوْااللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔
ترجمہ:اے ایمان والو!اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔(پارہ:۱۱،رکوع ۴)
اور اس میں کوئی شک نہیں کہ چاروں امام سچے ہیں۔لہٰذا جو اُن کے ساتھ ہے ان میں سے کسی کا مقلد ہے وہ صادقین اور سچوں کے ساتھ ہے۔
مسلم شریف جلد اوّل باب بیان اِنَّ الدّینَ نصیحۃ میں حضرت تمیم داری سے مروی ہے:

حدیث(۱):اِنَّ النّبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الدِّین النصِیحَۃ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ ولائمۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ۔
یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے اللہ اور اس کے رسول کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے اور اماموں کے لئے اور عام مؤمنین کے لئے۔(صحیح مسلم،جلد اوّل،ص ۵۴)
اس حدیث کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں۔
وقدیتناول ذالک علیٰ الائمۃ الذین ھُمْ عُلَمَاءُ الدّین وان من نصیحتھم قبول ماروووہ وتقلیدھم فی

الاحکام۔

یعنی یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علماء دین ہیں اور علماء کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی روایت کردہ احادیث کو قبول کیا جائے اور احکام دینیہ میں ان کی تقلید کی جائے۔

حدیث (۲): تفسیر درمنثور فاسئلوا اهل الذكر الاية کی تفسیر میں ایک حدیث حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے:

اِنَّ الرَّجُلَ يُصَلِّي وَيَصُوْمُ وَيَحُجُّ وَيَغْزُوْ وَاِنَّهٗ لَمُنَافِقٌ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِمَاذَا دَخَلَ عَلَيْهِ النِّفَاق قَالَ لِطَعْنِه عَلٰى اِمَامِهٖ وَاِمَامَهٗ مَنْ قَالَ قَالَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ فَاسْئَلُوْ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ۔

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ آدمی نماز وروزہ وحج ادا کرنے اور جہاد کرنے کے باوجود منافق ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا کیوں فرمایا اپنے امام پر طعنہ زنی کی وجہ سے امام کون ہے۔ فرمایا رب نے فرمایا :فاسئلوا الاية یعنی امام سے مراد اہل علم ہیں۔

حدیث (۳): مشکوٰۃ شریف باب الفرائض، ص ۲۶۴ میں بروایت بخاری ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کے بارے میں فرمایا کہ لاتسئلوانی مادام هذا الحبر فيكم۔ یعنی جب تک تم میں ابن مسعود جیسا ذی علم موجود ہے تم مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ تقلید شخصی کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے یہ نہیں کہا کہ صرف قرآن وحدیث دیکھو یہ بھی نہ کہا کہ جس سے چاہو اس سے پوچھو بلکہ فرمایا کہ صرف ابن مسعود سے پوچھو یہی تو تقلید شخصی کا مفہوم ہے۔

حدیث (۴): مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۵ بروایت ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ بیہقی کی حدیث ہے: نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَھَا وَوَعَاھَا وَاَدَاھَا فَرُبَّ حَامِلُ فِقْہٍ غَیْرُ فَقِیْہٍ وَرُبَّ حَامِلُ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَفْقَہُ مِنْہُ۔

یعنی اللہ جلالہٗ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری حدیث اچھی طرح یاد رکھی اور دوسروں تک پہنچائی اور بہت سے لوگ وہ ہیں کہ آیات واحادیث انہیں یاد ہیں۔ لیکن وہ انہیں پوری طرح سمجھتے نہیں۔ اور بہت سے لوگ اپنے سے زیادہ سمجھنے والوں کو پہنچا دیتے ہیں۔

ٹھنڈے دل سے سوچئے اور بتائے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی کیا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ احادیث کو یاد کر لینے رٹ لینے اور ان کی گہرائی تک پہنچنے میں بڑا فرق ہے۔ اگر آپ کے دل میں ذرا بھی خوف خدا رہ گیا ہے تو ہماری پیش کردہ اس حدیث کو پڑھ کر آپ ضرور اقرار کریں گے کہ احادیث کو سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں اور بنا عقل پر زور دیئے یہ بات بھی واضح ہے کہ جو خود نہیں سمجھ سکتے وہ یقیناً اہل علم فقہ کی تقلید کریں گے۔ نہ کہ یونہی اندھیرے میں لاٹھی چلائیں گے؟

تعجب کی بات ہے کہ جماعت اہل حدیث کا ہر فرد تو خواہ وہ دوکاندار ہو یا کاشتکار خود کو محدث، فقیہ سمجھتا ہے اور ماں کے پیٹ سے مجتہد پیدا ہوتا ہے اور صحابی رسول سیدنا ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ مجھ سے نہ معلوم کرو بلکہ جو مسئلہ پوچھنا ہو وہ ابن مسعود سے پوچھو۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

حدیث (۵): بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ شریف "کتاب العلم" صفحہ ۳۲ پر حدیث ہے۔

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ

یُعْطِیْ یعنی حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کے معاملے میں تفقہ اور سوجھ بوجھ عطا فرماتا ہے اور دیتا ہے خدا لیکن بانٹنے والا میں ہوں۔

یہ حدیث بھی کھلے طور پر بتا رہی ہے کہ دین میں سوجھ بوجھ ہر ایک کو نہیں ملتی بلکہ وہ خاص نعمت الٰہیہ ہے جو اپنے خاص بندوں کو بوسیلہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرماتا ہے ہر کس ناکس کو نہیں ملتی لہٰذا ان کے لئے تقلید کے سوا چارۂ کار نہیں۔

علاوہ ازیں چند احادیث ہمارے گزشتہ جوابات میں گزر چکی ہیں یہ آٹھ آیات اور پانچ احادیث راہ حق کے متلاشی کے لئے بہت کافی ہیں مزید ضرورت سمجھی جائے گی تو پیش کی جائیں گی۔

سوال: جب امام چار ہیں اور ان چار میں سے ایک کی تقلید کرنی ہے اور ہم جاہل ہیں ہمیں کیا خبر کہ ان میں سے کس کے مسئلے صحیح ہیں اور کس کے غلط ہم کیسے حنفی، شافعی بن جائیں؟

جواب: اس سوال کے جواب میں ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جنگ صفین میں جو لوگ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے انہیں یہ علم کیسے ہوا کہ حضرت علی حق پر ہیں اور جو حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھے انہیں حضرت امیر معاویہ کے حق پر ہونے کا علم کیسے ہوا اور دونوں جانب ہزاروں صحابہ کرام تھے انہیں آپ کیا کہیں گے وہ حق پر تھے یا باطل پر؟ اور دونوں حق پر یا دونوں باطل پر یا ایک حق پر اور ایک باطل پر؟ تو کون حق پر اور کون باطل پر؟

بات دراصل یہ ہے کہ یہ سب توفیق الٰہی سے ہوتا ہے دل اس کے دست

قدرت میں ہیں جدھر چاہتا ہے موڑ دیتا ہے اس قسم کے سوالات کرنا آپ کی بڑی نادانی اور فتنہ سامانی ہے۔

اور پھر جب یہ واضح کیا جا چکا کہ چاروں حق ہیں اور کسی ایک کو اختیار کرنا درست ہے تو پھر اس طرح کے سوالات بے محل بے ضرورت اور بکواس ہیں جدھر طبیعت مائل ہو بے خوف وخطر اس مذہب کو اپنایئے۔ البتہ مذہب بدلنے کی اجازت نہیں کہ کبھی حنفی اور کبھی شافعی کیوں کہ یہ مذہب کے ساتھ کھلواڑ اور مذاق ہے اور پھر یہ کہ وہ جس مذہب پر ہے حق پر ہے تو پھر دوسرے کی طرف انتقال کی حاجت کیا ہے۔ حدیث شریف میں اس مذہبی تلون مزاجی کو منافق کی پہچان فرمایا گیا اور یہ حدیث ابھی مع حوالہ آگے آ رہی ہے۔

سوال: اگر یہ چاروں مذہب حق ہیں تو ایک مذہب پر عمل کرنے سے حق کی تین چوتھائی ہم سے چھوٹ رہی ہے۔

جواب: کسی بات کو حق ماننا اور بات ہے اور اس پر عمل کرنا اور بات۔ مثلاً آسمانی کتابیں توریت، انجیل اور زبور کو ہم حق مانتے ہیں۔ لیکن آج ہمارا ان پر عمل نہیں۔ اگر ان کتابوں کا منزل من السماء حالت پر کوئی نسخہ آپ کو مل جائے تو اس پر آپ عمل کریں گے یا نہیں اور جب اس پر عمل نہیں کریں گے تو کیا اس کو ناحق اور باطل کہنے کی جرأت کریں گے؟

عجب نہیں کہ کل کو آپ یہ بھی کہنے لگیں کہ قرآن وتوریت، زبور وانجیل جب چاروں حق ہیں اور خدائے تعالیٰ کے کلام ہیں تو پھر صرف ایک (قرآن) پر عمل کیوں؟ اس طرح حق کی تین چوتھائیاں ہم سے چھوٹ رہی ہیں لہٰذا چاروں کتابوں میں نازل شدہ احکام کو اپنایا جائے۔

شاید آپ فرمائیں کہ قرآن کے ذریعے دوسرے انبیاء کرام پر نازل شدہ احکام وفرامین الٰہیہ منسوخ ہوگئے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ ناحق باطل اور معاذ اللہ جھوٹے اور غیر آسمانی تو نہیں ہوگئے؟

الحاصل بلاتشبیہ محض بطور تمثیل عرض کررہا ہوں کہ جس طرح قرآن کریم کے تشریف لانے اور اس پر عمل لازم ہوجانے سے دوسری آسمانی کتابوں پر عمل منسوخ ہوگیا اسی طرح کسی ایک امام مجتہد کے مقلد کے لئے دوسرے ائمہ کے مذاہب بمنزلہ نسخ ہیں یعنی وہ ان پر عمل نہیں کرسکتا۔ البتہ یہ فرق ضروری ہے کہ وہاں قرآن کریم پر عمل متعین ہے اور اس کے علاوہ دوسری راہ اختیار کرنا باطل وغلط ہے یعنی وہ راہ غلط نہیں ہے بلکہ اس کو اپنانا اور اختیار کرنا غلط ہے اور یہاں چاروں میں کسی ایک کا تعین نہیں ہے کہ صرف اسی کا مقلد ہے بلکہ جس کی چاہے تقلید کرے ہاں جب کسی ایک کا ہوجائے تو پھر اِدھر اُدھر جانوروں کی طرح منہ نہ مارے۔

اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ ایک شخص جنگل یا سمندر میں یا کسی ایسی جگہ ہے کہ جہاں اس کے لئے نماز میں قبلے کا تعین نہیں ہو پارہا ہے کہ کدھر منہ کر کے نماز پڑھے نہ کوئی علامت نہ کوئی بتانے والا۔ اب وہ کیا کرے گا؟

اہلحدیث مولوی تو شاید یہ بتائیں گے کہ کبھی اِدھر کبھی اُدھر گھوم گھوم کر نماز پڑھتا رہے اور اگر اس سے ظن غالب یا ذہنی جھکاؤ کی بناء پر کسی ایک جانب منہ کر کے نماز پڑھی تو اس سے پوچھیں گے تجھے یہ علم کیسے ہوا کہ قبلہ ادھر ہے اور چونکہ اس کو اجازت ہے کہ اپنے گمان سے جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے اور ہر چہار طرف منہ کرنے کا حق ہے لیکن پڑھے گا

ایک ہی جانب تو اہلحدیث مولوی اعتراض کریں گے کہ تو نے حق کی تین چوتھائی کیوں چھوڑ دی۔ بلکہ کبھی اِدھر کبھی اُدھر گھومتا رہتا اور پورا حق ہاتھ میں لیتا۔

حدیث پاک میں ہے:

عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ ایک اندھیری رات میں سفر کر رہے تھے تو ہم نہ جان سکے کہ قبلہ کدھر ہے تو ہم میں سے ہر ایک نے جدھر جس کا منہ پڑا نماز پڑھ لی جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا گیا تو قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔

پورب پچھم اللہ ہی کے لئے ہیں تو تم جدھر منہ کرو ہر طرف اللہ کا جلوہ ہے۔ (جامع ترمذی جلد ۲، ابواب التفسیر، ص ۱۲۰)

دار قطنی اور حاکم کی روایت حضرت جابر سے یوں ہے۔

ہم سفر میں تھے آسمان میں اندھیرا تھا تو قبلے کے معاملے میں ہم حیران ہوئے تو جسکی سمجھ میں جیسا آیا اس نے اس رُخ پر نماز پڑھی اور ہر ایک نے جس رُخ پر نماز پڑھی وہاں ایک لائن کھینچ دی جب صبح ہوا تو پتہ چلا کہ ہم نے قبلہ کے رُخ پر نماز نہیں پڑھی ہے۔ حضور سے جب ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا تمہاری نماز ادا ہوگئی۔ (دار قطنی جلد ۱، ص ۳۸۱، فتح القدیر جلد ۱، ص ۲۷۸، مطبوعہ برکات رضا، پور بندر)

تو جس طرح یہ غلط رُخ پر اختلاف جہت کے باوجود سب نمازیں ہوگئیں یونہی چاروں مسلک فروعی مسائل میں باوجود اختلاف کے حق و درست ہیں اور تو اور یہ دیکھئے آپ کی جماعت کے بہت پرانے ممدوح جناب شیخ

ابن تیمیہ صاحب کیا لکھ گئے:

''جس شخص نے کسی خاص مذہب کا التزام کرلیا پھر بغیر کسی شرعی عذر یا بغیر کسی دلیل مرجح کے اور کسی مذہب کے عالم کے فتوے پر عمل کیا تو وہ شخص اپنی خواہش کا پیروکار ہے ایک حرام کام کا ارتکاب کررہا ہے۔ (مجموع الفتاوی للشیخ ابی العباس ابن تیمیہ، ج ۲۰، ص ۲۲۰-۲۲۱، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز، سعودیہ عربیہ)

مرتب سوالات مولوی محمد جونا گڑھی تو مر گئے لیکن شاید ہمارے اس بیان سے ان کے چیلے چانٹوں اور سوالنامہ شائع کرنے والے اہلحدیثوں کی آنکھیں کچھ کھلیں۔

انّ اللّٰہ یھدی مَن یّشاء الی صراط مستقیم۔

خلاصہ یہ کہ چاروں مذاہب کا حق اور ان پر عمل جائز ہونا۔ علی سبیل الانفراد والتبدل ہے نہ کی علی سبیل الجمع یعنی ہر شخص جس کا چاہے اس کا مقلد بنے نہ کہ سب کو اپنائے مثلاً کسی عورت کو دس لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا اور اس کو سب سے نکاح کرنے کا حق ہے اور سب سے نکاح اس کے لئے جائز ہے تو ان سب سے نکاح جائز ہونے اور سب کے پیغام قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ الگ الگ جس کسی ایک کی چاہے بیوی بن جائے نہ کہ یہ مطلب ہے کہ سب کی جورو بیک وقت بن کر بیٹھ جائے اہلحدیث مولوی اس کو یہ مشورہ دیں گے کہ سب کی جورو بنے اگر صرف ایک کی رہے گی تو حق کے ۹ حصے ہاتھ سے چھوٹ جائیں گے۔ کیوں کہ سب سے نکاح کرنے کا اس کو حق حاصل ہے۔

سوال: یہ ظاہر ہے کہ چاروں مذہبوں میں حلال وحرام کا فرق ہے پھر ان چاروں

کو برحق ماننے اور کہنے کے کیا معنیٰ۔ ایک ہی چیز کو ایک کہے حرام ہم کہیں سچ ہے اور دوسرا حلال کہے اور ہم کہیں سچ ہے کیا اندھیر ہے اسے ذرا تفصیل سے سمجھایا جائے ورنہ دامنِ تقلید ہمارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

جواب: جو حرام وحلال قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے صراحتاً ثابت اور بنص قطعی ظاہر الدلالۃ منصوص ہیں ان میں ہرگز اختلاف نہیں کہ ایک نے حرام کہا اور دوسرے نے حلال۔ مثلاً جوا کھیلنا، شراب پینا، سؤر اور مردار کھانا، قتل مومن، سود لینا، زنا کرنا، جھوٹ غیبت وغیرہا ان امور کو ہرگز کسی امام نے حلال نہیں کہا سب نے حرام ہی فرمایا۔

اور نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا، حج کرنا، گائے، بکری، بھیڑ، اونٹ کا گوشت کھانا، تجارت کرنا، سچ بولنا، ماں باپ کی خدمت وغیرہا امورِ کثیرہ کو کوئی حرام نہیں کہتا۔ بلکہ سب کے نزدیک یہ امور خیر ہیں بلکہ ان میں سے اکثر فرض وواجب ہیں جن کو چھوڑنا حرام ہے۔

البتہ وہ امور جن کا حرام وحلال ہونا قرآن وحدیث میں صراحتاً واضح انداز میں مذکور نہیں۔ یا ان کے بارے میں حدیثیں دونوں طرح کی پہنچیں۔ یا قرآن وحدیث میں کوئی ایسا لفظ آیا کہ جس کے کئی معنی ہوسکتے ہیں وغیرہا اس طرح کے اسباب پائے گئے تو فقہاء کرام اور ائمہ اعلام کو غور وخوض کرنا پڑا اور قرآن وحدیث کی روشنی میں سوچ وبچار انہوں نے کیا تو نتیجتاً کہیں کہیں اختلاف بھی ہوگیا اور ظاہر ہے کہ جن امور میں غور وخوض اور رائے کو بھی دخل ہو۔ ان میں اختلاف کا ہوجانا یقینی ہے۔ کیونکہ انسانی عقلیں سب ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ اور جب وہ مسائل قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہیں تو ان میں امت کے اہل علم

وفضل اور زمانہ رسالت سے قرب رکھنے والوں کو غور وخوض کرنے کا حق بھی سمجھ والوں کے لئے قابل قبول ہے۔

مثال کے طور پر سود سے متعلق احادیث میں صرف چھ چیزوں کا ذکر ہے، سونا، چاندی، گیہوں، جَو، کھجور، نمک یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف ان چھ چیزوں میں ہی سود کا حرام ہونا ثابت ہے، باقی کسی چیز کا ذکر حدیث میں نہیں۔ اور قرآن کریم میں تو بغیر کسی تفصیل کے صرف کھانے کی مذمت اور اس کی ممانعت آئی ہے۔

سود کسے کہتے ہیں؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور کس حال میں سود ہے؟ اور کس میں نہیں اس کا قرآن کریم میں بظاہر کوئی ذکر نہیں اور حدیث میں ہے تو مذکورہ صرف چھ چیزوں کا۔ اب اگر ظاہر قرآن وحدیث پر عمل کیا جائے تو ان چھ چیزوں کے علاوہ کسی حال میں لین دین سود نہ رہے۔ مثلاً تانبا، پیتل، گلٹی، اسٹیل، لوہا، المونیم وغیرہا کسی بھی دھات میں سوائے سونے اور چاندی کے، بادام، منقہ، اخروٹ، کاجو، پستہ اور چلغوزہ، یعنی چھوارے اور کھجور کے علاوہ تمام مغزیات میں اور جوار، باجرہ، چاول، مکا، اڑد، مسور، چنا، مٹر وغیرہ گیہوں اور جَو کو چھوڑ کر تمام اناجوں میں سیب، سنترہ، آم کیلا، امرود، انار وغیرہ کسی پھل میں لونگ، الائچی، لہسن، پیاز وغیرہ تمام اشیاء میں گھٹا بڑھا کر ادھار نقد لین دین سب جائز وحلال ہو جائے اور سوائے ان چھ چیزوں کے کسی اناج پھل مسالے غرضیکہ کسی بھی چیز میں سود نہ رہے۔

یہاں تک کہ آج کل جو کاغذ کا نوٹ ہے اس میں گھٹا بڑھا کر لینا دینا سود نہ رہے۔ پوری جماعت اہلحدیث منکرین ائمہ وتقلید میں سے کسی سورما

کے بس کی بات ہو تو سونا، چاندی، گیہوں، جَو، کھجور اور نمک کے علاوہ کسی بھی چیز میں یہاں تک کے کاغذ کے نوٹوں کے لین دین میں صرف قرآن وحدیث سے سود ہونا ثابت کرے۔

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

اور یہ بات نہایت بعید از عقل اور اسلام جیسے حکمتوں والے مذہب کے مزاج سے دور ہے کہ صرف ان چھ اشیاء میں سود حرام ہو اور باقی میں نہیں گیہوں میں سود ہو اور چاول میں نہیں، جَو میں ہو اور مٹر، چنا اڑد، مسور میں نہیں۔ نمک میں ہو اور شکر میں نہیں۔ چھوارے، کھجور میں ہو اور بادام، منقے میں نہیں۔ یہ کس قدر بعید از عقل وقیاس اور اسلام پر قابل اعتراض بات ہے۔

لہٰذا ائمہ مجتہدین نے غور وخوض کیا اور قیاس فرمایا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں جو سونے چاندی کا ذکر ہے اس سے مراد صرف سونا اور چاندی نہیں بلکہ ہر وہ چیز ہے جو سونے اور چاندی کی طرح قیمت بننے کی صلاحیت رکھتی ہو کیونکہ سونے چاندی سے سکّے بنائے جاتے تھے جو بطور قیمت استعمال ہوتے تھے۔

اور گیہوں، جَو، کھجور، اور نمک سے مراد ان کے یہاں وہ ساری چیزیں ہیں جو لوگوں کے کھانے کے کام میں آتی ہیں خواہ دواء کے طور پر ہوں یا غذا کے یا محض تلذذ کے لئے یعنی ''علۃ رِبوا ان کے یہاں سونے چاندی میں ثمنیت ہے اور باقی چاروں میں مطعوم ہونا۔ یعنی کھانے پینے کی چیز اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سونے چاندی میں علۃ رِبوا وزن اور باقی چاروں میں کیل (ناپا جانا) ہے۔

یعنی امام اعظم کے نزدیک سونے چاندی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو تول کر

بیچی اور خریدی جاتی ہے اور گیہوں، جَو، نمک اور کھجور سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ناپ کر بیچی جاتی ہے۔ (خیال رہے کہ اس زمانے میں غلّے اور اناج برتنوں سے ناپ کر بیچے اور خریدے جاتے تھے)

تو امام شافعی کے یہاں لوہے، پیتل، تانبے، میں سود نہیں کیونکہ یہ اشیاء نہ تو عرفاً قیمت بنتی ہیں اور نہ کھانے پینے کے کام میں لائی جاتی ہیں لیکن امام صاحب کے یہاں ان میں بھی سود ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ وزن کر کے بیچی جاتی ہیں۔

یونہی اگر ایک انڈے کو دو انڈوں کے اور ایک بکری کو دو بکریوں کے عوض نقد بیچے تو امام اعظم کے یہاں یہ حرام نہیں کیونکہ انڈے اور بکری وغیرہ یہ چیزیں ناپ تول سے نہیں بیچی جاتیں بلکہ گنتی اور شمار سے بیچی اور خریدی جاتی ہیں۔ اور امام شافعی کے یہاں یہ کمی بیشی سود و حرام ہوگئی کیونکہ انڈے اور بکری مطعومات سے ہیں یعنی کھائی جانے والی چیزیں ہیں۔ علی ھذا القیاس۔

اس طرح اختلاف کی اور بھی سیکڑوں صورتیں بیان کی جاسکتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ہم صرف اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ناظرین! سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ اختلاف حرام و حلال کے ان امور میں نہیں جن کا ذکر واضح انداز میں قرآن و حدیث میں موجود ہو، بلکہ وہاں ہے جہاں حکم صراحتاً قرآن و حدیث میں مذکور نہیں۔ اور قرآن و حدیث ہی میں غور و خوض کیا گیا اور اسی غور و خوض کے نتیجے میں اختلاف بھی واقع ہو گیا اور جب دونوں فریق مخلص ہیں اور دونوں کی نیت خیر ہے تو باوجود اختلاف کے دونوں حق پر ہیں اور دونوں ہی عند اللہ تعالیٰ ماجور و مثاب۔

اب اس بارے میں ہم ایک حدیث بھی ذکر کر دیں جس کو پڑھ کر جماعت اہلحدیث کی آنکھیں چوندھیا جائیں اور اہل ایمان کے دل منور و روشن ہو جائیں۔

صحیح بخاری جلد دوم باب اجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطاء صفحہ ۱۰۹۲ میں ہے:

عَنْ عَمرو بن الْعَاص اَنَّه سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا حَكَمَ الحَاكِمَ فَاجْتَهَدَ فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَاءَ فَلَهٗ اَجْرٌ۔

ترجمہ: حضرت عمرو ابن العاص سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح فیصلہ کر دے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس سے غلطی ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

اس حدیث کو سامنے رکھ کر بتائیں، مولویان اہلحدیث کہ آپ تو فرما رہے ہیں کہ حرام و حلال کا فرق ہو جائے تو دونوں حق کیسے ہو سکتے ہیں اور یہاں تو حضور اجتہاد میں غلطی اور خطا کرنے والے کو بھی اجر و ثواب کی خوشخبری عنایت فرما رہے ہیں۔ یہ غلطی پر اجر و ثواب کی بشارت آپ کی ناقص و قاصر کھوپڑی میں سمانا شاید ناممکن ہوگا۔

بتایئے! اس حدیث سے دین میں اجتہاد کرنے نظر و فکر غور و خوض کرنے اور اس میں اگر خطا بھی ہو جائے پھر بھی اس کے اوپر اجر و ثواب ملنے کا ثبوت ہوا یا نہیں؟

اور چونکہ یہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ ہندوستانی آئین کی کوئی دفعہ نہیں لہٰذا حاکم سے مراد حاکم اسلام ہوں گے اور وہ صحیح معنی میں اہل علم ہیں بادشاہ اسلام اگر عالم نہ ہو تو اس کے لئے علماء کی

اتباع اوران کے مطابق احکام صادر کرنا ضروری ہے۔
اور جو مسائل قرآن وحدیث میں صاف طور پر نہ مل سکیں ان میں غور وخوض کرنا بھی حدیث ہی سے ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

عَنْ مُعَاذ ابنِ جَبَلٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ بَعَثَهٗ اِلَى الْيَمَن فَقَالَ كَيْفَ تَقْضِىْ قَالَ اَقْضِىْ بِمَا فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ اِنْ لَمْ تَكُنْ فِىْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ اَجْتَهِدُ بِرأئى قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

حضرت معاذ بن جبل کو حضور نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان سے پوچھا تم کیسے فیصلے کرو گے، کہا قرآن سے فرمایا قرآن میں نہ ملے تو، عرض کیا حضور کی حدیثوں سے۔ فرمایا اور اگر حدیث میں بھی نہ ملے تو، عرض کیا کہ ذہن پر خوب زور دیکر فیصلہ کروں گا۔ حضور نے فرمایا اس اللہ کے لئے حمد ہے جس نے اپنے نبی کے قاصد کو صحیح راستے کی توفیق عطا فرمائی۔

(ترمذی جلد۲، باب ماجاء فی القاضی یصیب و یخطی، ص۱۵۹، مشکوٰۃ، ص:۳۲۴))

اور خود قرآن کریم میں ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاعْتَبِرُوْا يَااُولِى الْاَبْصَار۔

عبرت لو اے آنکھ والو۔ (پارہ ۲۸، ع ۴، سورۂ حشر، آیت ۲)

عبرت کے معنی یہی تو ہیں کہ ایک چیز کو دیکھ کر غور وخوض کرنے کے بعد اس پر دوسری کو قیاس کیا جائے۔ قیاس کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔

اس آیت کے یہی معنی اہل حدیث کی دھرم گرو شاہ اسماعیل صاحب دہلوی سے بھی مروی ہیں وہ لکھتے ہیں:

اخیر درجہ قیاس کا ہے کہ مجتہدوں نے اپنے قیاس سے فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار۔ کے حکم کے مطابق نکالا۔ (تذکرہ الاخوان مع تقویۃ الایمان فصل ۶، ص ۲۳۲، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند)

اور فرمایئے ہم سے آپ سوال کر رہے ہیں کہ اختلاف کے باوجود چاروں حق پر کیسے ہوں گے لیکن صحابہ کرام میں جو اختلاف واقع ہوا اس میں کس کو حق پر کہیں گے اور کس کو باطل پر؟ جیسے بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طواف میں رمل یعنی اکڑ اکڑ کر چلنے کو سنت نہیں مانتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے سامنے اظہار قوت کے لئے فرمایا تھا اور اب نہ وہاں مشرک ہیں اور نہ اس عمل کی ضرورت ہے۔ اور باقی صحابہ کرام رمل کو بعد میں بھی سنت مانتے ہیں۔ اور اس حکم کو باقی رکھتے ہیں۔ (مسلم شریف جلد ۱، ص ۴۱۱، باب استحباب الرمل فی الطواف)

اس اختلاف میں حضرت عبداللہ بن عباس کو معاذ اللہ آپ غلط مسئلہ بتانے والا کہیں گے یا دوسرے صحابہ کرام کو یا باوجود اختلاف کے جمہور صحابہ کے قول پر عمل کر کے ہر دو فریق کا احترام کریں گے جو آپ کا جواب وہی ہمارا جواب۔

یہی مشہور مفسر و محدث و فقیہ صحابی رسول سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو حضور رسالت مآب کے چچازاد بھائی بھی ہیں جن کے فضائل و مناقب احادیث و سیر کی کتابوں میں شمار سے باہر ہیں ان کے نزدیک یہ

گھریلو اور پالتو گدھا حرام نہیں تھا۔ یعنی وہ اس کے گوشت کھانے کو حرام نہیں فرماتے تھے۔ جب کہ اور تمام صحابہ کرام اسے حرام کہتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے:

عمرو بن دینار کہتے ہیں میں نے جابر ابن زید سے کہا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھے کا گوشت حرام فرمادیا ہے تو انہوں نے کہا کہ حکم بن عمرو الغفاری ہم سے بصرہ میں یہ بات بیان کرتے تھے وَلٰکِنْ اَبیٰ ذٰلِکَ البَحْرُ اِبْنُ عَبَّاس۔ لیکن وہ جو علم کا سمندر ہیں عبداللہ ابن عباس وہ اس بات سے انکار کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد۲ باب لحوم حمر الانسیة ص۸۳۰)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس اختلاف کے باوجود راوی حدیث انہیں علم کا سمندر کہہ رہے ہیں۔ اسی مفہوم کی احادیث کی شرح کرتے ہوئے شارح مسلم حضرات امام نووی لکھتے ہیں:

"گدھے کے بارے میں اختلاف ہے جمہور صحابہ وتابعین اور بعد والے لوگ اسے حرام کہتے ہیں وقال ابن عباس لیست بحرام وعن مالك ثلث روایات الخ اور حضرت عبداللہ بن عباس اسے حرام نہیں کہتے اور حضرت امام مالک سے تین طرح کی روایات ہیں ایک مکروہ ہونے کی اور دوسری حرام ہونے کی اور تیسری حلال ہونے کی۔ (شرح صحیح مسلم جلد۲ ص۱۴۹)

حضرت عبداللہ ابن عباس جن حدیثوں میں گدھا کھانے سے حضور نے منع فرمایا ہے ان کی توجیہ میں فرماتے تھے کہ گدھوں سے سامان ڈھونے کا کام لیا جاتا تھا۔ لہٰذا اس لئے منع فرمایا کہ اگر وہ کھائے جانے لگے تو

وقت ہو جائے گی۔

صحیح بخاری جلد۲،ص۷۹۶،باب قول اللہ عزوجل ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن کے تحت ایک حدیث میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کتابیہ عورتوں سے نکاح کے مسئلے میں اختلاف مروی و مذکور ہے یعنی ان کے نزدیک نصرانیہ اور یہودیہ عورت سے نکاح جائز نہ تھا جب کہ باقی صحابہ کرام جائز کہتے تھے اور بہت سوں نے ان سے نکاح کئے بھی تھے۔

علاوہ ازیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال کہ تیمم صرف بے وضو کے لئے ہے جس پر غسل فرض ہو اس کے لئے تیمم نہیں اور باقی صحابہ ''ہر دو صورتوں میں تیمم مانتے تھے یہاں تک کہ اس اختلاف سے متعلق حدیث شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا مناظرہ بھی مروی ہے۔حوالے کے طور پر دیکھئے۔(مسلم شریف،ص۱۶۱،باب التیمم)

حضرت عمر فارق اور حضرت عمار بن یاسر کے درمیان اس مسئلے میں بحث وگفتگو والی حدیث بھی اسی مقام پر دیکھی جاسکتی ہے۔

اب بتایئے! کہ آپ ان حضرات میں سے کسی کو معاذ اللہ باطل پرست اور غلطی پر کہنے کی ہمت کریں گے یا اختلاف ہونے کے باوجود ایک پر عمل۔لیکن دونوں فریقین کی بزرگی و برتری تسلیم کریں گے۔

مزید دیکھئے بخاری شریف جلد۱،صفحہ۱۷۱-۱۷۲ پر حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان تعذیب میت ببکاء اھلہ سے متعلق اختلاف مشہور مذکور ہے۔ امیر المؤمنین

فرماتے تھے کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے اور ام المؤمنین اس کے خلاف تھیں کہ گھر والوں کے رونے پیٹنے سے میت کے عذاب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب کہئے اسلام کی ان دونوں عظیم ترین شخصیتوں میں سے آپ کس کو غلط کہیں گے اور کس کو صحیح۔ کس کو حق پرست کہیں گے اور کس کو باطل پرست؟

عورت کو پکی طلاق دینے کے بعد شوہر پر اس کا نان ونفقہ عدت کے اندر ہے یا نہیں اس بارے میں ایک صحابیہ خاتون سیدتنا فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اختلاف دیگر صحابہ اور صحابیات سے صحیح مسلم جلد ا، ص ۴۸۵ پر مذکور ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس کے درمیان تشہد (التحیات) کا اختلاف کسے معلوم نہیں ہے حدیث کی تقریباً ساری کتابوں میں منقول ہے۔

غرضیکہ اس قسم کے بہت سارے اختلافات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان موجود تھے جو کتب احادیث میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ باوجود ان اختلافات کے عمل تو اگرچہ سب پر نہیں کیا گیا نہ سب پر ہوسکتا ہے۔ لیکن کسی صحابی رسول کو باطل پرست ناحق اور غلط راہ پر نہیں کہا جاتا اور نہ ہی ان پر لعن طعن جائز ہے بلکہ یہ کھلی گمراہی اور بدمذہبی وبددینی ہے۔

اسی طرح ائمہ اربعہ میں کسی ایک کی تقلید کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ باقی باطل وغلط ہیں عمل خواہ کسی پر ہو لیکن حق سب کو جاننا لازم وضروری ہے۔

یہاں یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ یہ اختلاف واجتہاد کا حق ہر کس وناکس کو نہیں اسی کو ہے جو مجتہد ہو اور یہ صحابہ مجتہد تھے۔

یہ سب ہم واضح کر چکے ہیں یعنی جو اتنا علم رکھتا ہو کہ قرآن وحدیث سے مسائل اخذ کر سکے اسکو تقلید کی ضرورت نہیں اور اس کے لئے کتنا علم چاہئے اس کی تفصیل تو کتابوں میں دیکھئے۔

مثلاً (الفضل الموہبی) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف اور عقد الجید شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کی تصنیف وغیرہا یہاں صرف اتنا سن لیجئے کہ اس قدر علم والا گزشتہ ایک ہزار سال سے کوئی نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ طبیب حاذق اور ماہر حکیم ہیں ان کے لئے دوائیں کافی ہیں انہیں کسی اور حکیم کی اتباع کی ضرورت نہیں۔

لہٰذا جو علی الاطلاق مجتہد مستقل ہے اس کے لئے قرآن وحدیث کافی ہے اس کو دوسرے مجتہد کی ضرورت نہیں۔

سوال: جب ہمارے نزدیک چاروں مذہب حق ہیں پھر اہلحدیث جو ایک برحق مذہب کے مطابق آمین رفع یدین اور سورۂ فاتحہ بجالاتے ہیں ان پر طعن وتشنیع کیوں کی جائے؟

جواب: اہلحدیث کو بدمذہب وگمراہ وبددین کہنا اور ان پر طعن وتشنیع کرنا اس لئے نہیں کہ وہ آمین ورفع یدین والے ہیں بلکہ وہ مقلدین کو بدعتی وگمراہ یہاں تک کہ مشرک تک کہتے ہیں۔ حوالے کے لئے دیکھئے جماعت اہل حدیث کے امام وپیشوا میاں نذیر حسین دہلوی کی کتاب معیار الحق بحث تلفیق، ص ۱۸۳۔

اور اہلحدیث تو کسی ایک مذہب میں نہ رہ کر آزاد خیالی اور آوارہ گردی، من مانی کو مذہب بنائے ہوئے ہیں۔

حدیث شریف میں حضور نے خود ایسے لوگوں کو منافق فرمایا ہے۔ سرکار

فرماتے ہیں۔
منافق کی مثال اس گرم بکری کی طرح ہے جو دو بکروں کے درمیان چکر لگائے کبھی اس بکرے کے پاس پہنچ جائے اور کبھی اس بکرے کے پاس۔ (مشکوٰۃ شریف، باب الکبائر، ص ۱۷)

اور تقلید پر چونکہ اجماع امت ہو چکا جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالے سے ہم پچھلے سوالات کے جوابات میں قلمبند کر چکے۔ اور اجماع امت کا منکر گمراہ ہے حدیث کے ذریعہ ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں پھر یاد دلا دیں۔ سرکار فرماتے ہیں:

چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں سے بچوں اور بڑے گروہ کے ساتھ رہو۔
(مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۳۰)

اور فرماتے ہیں:

بڑے گروہ کی پیروی کرو جو الگ چلے گا وہ جہنم میں الگ کر کے ٹھونسا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۱)

چاروں ائمہ کے مقلدین اگرچہ مسائل فرعیہ اجتہادیہ میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن باہم ایک دوسرے کو برا نہیں کہتے نہ کسی امام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور غیر مقلدین ہر امام کے مقلد کو گمراہ کہتے ہیں۔ ورنہ انہیں تقلید پر اعتراض اور اس سے متعلق سوالات شائع کرنے کی ضرورت کیوں درپیش آئی۔ بلکہ اسی کتابچے (جس کا یہ جواب لکھا جا رہا ہے) میں صفحہ ۴ پر تقلید کو پلید کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ پوری امت مسلمہ آج مقلد ہے تو ساری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تو معاذ اللہ پلید نہیں ہو سکتی انہیں پلید کہنے والے ہی یقیناً پلید ہیں۔

علاوہ ازیں غیر مقلدین زمانہ شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں اور وہابی ہیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی ''تقویت الایمان'' پر قرآن سے زیادہ عقیدہ رکھتے ہیں جب کہ اس کتاب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مبارکہ کے بزرگوں کی شان میں صریح گالیاں لکھی گئی ہیں جس پر ساری دنیائے اسلام میں ہلچل مچ گئی لیکن فرقہ غیر مقلدین اہلحدیث اب بھی اسے اپنائے ہوئے ہے۔

ضرورت پڑنے پر ہم تقویۃ الایمان کی گستاخ آمیز کفری عبارتیں مع حوالہ جات نقل کریں گے۔ اس موقع پر صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے تقویۃ الایمان سے مولوی اسماعیل دہلوی کے جو کفریات شمار کرائے ہیں اور "الکوکبۃ الشھابیدہ فی کفریات ابی الوھابیۃ" کتاب لکھی ہے اس کا جواب ایک صدی گزرنے کے باوجود غیر مقلدین نے آج تک کیوں نہیں دیا اور بس کی بات ہے تو اب اس کا جواب شائع کریں۔

خلاصہ یہ کہ چاروں ائمہ کے مقلدین میں جو اختلاف ہے وہ مسائل میں ہے اور فروعی، اسی لئے کوئی کسی پر طعن و تشنیع نہیں کرتا سب اہل حق و صداقت ہیں اور فی زمانہ غیر مقلدین، سے اہل سنت و جماعت کا اختلاف عقائد میں ہے اور اصولی یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بے ادب گستاخ دریدہ دہن، دشنام طراز، زبان دراز اور دوسرا باادب عاشق عقیدتمند زبان کو قابو میں رکھنے والا۔

پہلے اختلاف کی مثال وہ حدیث ہے جو مع حوالہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ یعنی بنو قریظہ پر حملے کے وقت صحابہ کرام کا عصر کی نماز کے معاملے میں

مختلف ہو جانا کچھ کا راستے میں اور کچھ کا وہاں پہنچ کر پڑھنا اور حضور کا دونوں کو پسند فرمانا اور وہ بھی بخاری کی حدیث جس میں ہے کہ سرکار نے فرمایا کہ حاکم اپنے فیصلے میں خاطی بھی ہو تب بھی اس کے لئے اجر ہے۔ اور دوسرے اختلاف کی مثال حضور کا وہ فرمان ہے جس میں فرماتے ہیں

''جب تم کسی ایک کی اتباع پر متفق ہو جاؤ اور کوئی شخص تمہاری لاٹھی کو چیرنا چاہے تو اس کو قتل کر دو۔

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الامارۃ، صفحہ ۳۲۰)

سوال: چاروں امام امامت کی حیثیت سے دنیا میں آئے اس سے پہلے دنیا میں سو سال گزر چکے تھے نہ یہ امام تھے نہ یہ مقلد؟ تو اس وقت کے مسلمان مسلمان بھی تھے یا نہ اور مسلمان تھے تو پورے یا ادھورے کیوں کہ تقلید تو اس وقت تھی ہی نہیں بلکہ وہ، امام بھی نہ تھے جن کی تقلید شروع ہوگئی۔ اگر باوجود تقلید نہ کرنے کے وہ لوگ مسلمان تھے اور کامل مسلمان تھے تو آج اسلام کا کونسا روپ مارا جا رہا ہے جو تقلید کی ضرورت پیش آئی۔

جواب: تقلید شخصی شرعی اصطلاحی جو دوسری صدی کے قریب رائج ہوئی اس کی تو ان لوگوں کو ضرورت ہی نہ تھی جب ضرورت درپیش آئی تب یہ رائج ہوئی۔

البتہ دورِ صحابہ کرام اور تابعین میں بھی ہر شخص من مانی نہیں کرتا تھا۔ نہ از خود قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط کرتا تھا بلکہ ان میں جو اکابر و مشائخ ومجتہدین تھے ان سے مسائل دریافت کرنے اور ان کی پیروی کرنے کا رواج تھا۔ صحابہ کرام میں چاروں خلفاء کرام اور عبداللہ ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن

عباس، حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہم مجتہدین تھے اور لوگ مسائل میں ان حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے۔

کتب احادیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان مذکور ہے:

لاتسألونی مادام هذا الحبر فیکم۔

یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا کہ مجھ سے مسائل نہ پوچھو جب تک یہ علم کا بحر ناپیدا کنار یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود تم میں موجود ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۶۴، باب الفرائض)

بلکہ حضرت ابوسیٰ اشعری کے اس فرمان سے تو تقلید شخصی کی تائید ہوتی ہے کہ وہ سب سے پوچھنے کے لئے نہیں فرماتے بلکہ صرف اور صرف حضرت عبداللہ بن مسعود کی تقلید کا حکم دیتے ہیں گویا کہ اس دور مبارک میں تقلید کا مطلقاً انکار غلطی ہے، نادانی ہے۔

اور اس دور کے بعد تابعین کے زمانے میں بھی مسائل کے معاملے میں مطلق العنانی اور بے لگامی نہ تھی بلکہ کچھ ارباب علم وفضل تھے جو مرجع خلائق بنے ہوئے تھے ان سے مسائل دریافت کئے جاتے اور اپنی شرعی ضرورتوں کے وقت ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

فعند ذٰلك صارلكل عالمٍ من عُلماء التابعين مذهب فانتصب الى كل بلدامام الخ۔

اس طرح علماء تابعین میں سے ہر عالم کا اپنی توجیہ کے مطابق علیحدہ مسلک ہوگیا اور اس طرح ہر علاقے میں ایک امام بن گیا جیسے سعید بن

المسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمر اُن کے بعد زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن مدینہ طیبہ میں امام ہوئے۔
عطا بن ابی رباح مکہ معظمہ میں ابراہیم النخعی اور شعبی کوفہ میں حسن بصری بصرہ میں، طاؤس بن کیسان یمن میں، مکحول شام میں امام بنے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔(الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ص۶)
البتہ چونکہ وہ لوگ زمانہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب العہد تھے۔ مخلص دیندار خدائے تعالیٰ سے ڈرنے والے نفسانی خواہشات سے دور رہنے والے تھے۔ لہٰذا ان کے لئے تقلید کی اتنی سخت ضرورت نہ تھی جو بعد میں پیش آئی اور اس دور میں عام طور سے تقلید شرعی اصطلاحی کا نہ رواج تھا اور نہ وہ علی الاطلاق شرعاً کوئی امر واجب تھا۔ نہ اس کی ضرورت تھی۔
بعد میں جیسے جیسے زمانہ پاک رسالت مآب سے دوری کی وجہ سے اس کی برکتیں کم ہوتی چلی گئیں لوگوں میں آزاد خیالی بے راہ روی خواہشات نفسانیہ کی پیروی، اخلاص میں کمی پائی جانے لگی۔ عوام کا علمی معیار پہلے کے مقابلے گھٹ گیا۔ تو تقلید کی ضرورت بھی زیادہ محسوس کی گئی اور آخر کار دوصدی کے بعد کسی نہ کسی امام کی تقلید عوام پر واجب قرار دی گئی۔
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی مشہور کتاب "حجة الله البالغة" میں فرماتے ہیں۔

ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة اومن يعتد بهامنهاعلى جواز تقليد ها الى يومنا هذا وفى ذالك من المصالح مالا يخفى

لا سیما فی ھذہ الایام الخ۔

بیشک یہ چاروں مذاہب جو ترتیب وتحریر شدہ ہیں ساری امت اور اس کے قابل شمار لوگ ان مذہبوں کی تقلید جائز ہونے پر ہمارے زمانے تک سب متفق ہیں اور اس تقلید میں بڑی حکمتیں ہیں خاص کر اِس دور میں جو علم حاصل کرنے کے معاملے میں حوصلے اور ہمت کی کمی اور خواہشات نفسانی کی پیروی کا دور ہے اور ہر رائے والے کو اپنی ہی رائے پسند آ رہی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغۃ حصہ ا،ص ۱۵۴، مطبع کتب خانہ رشیدیہ، دہلی)

یہاں ہم ناظرین کو یہ بھی بتادیں کہ یہی شاہ ولی اللہ صاحب ہیں کہ جماعت اہل حدیث کے علماء بھی ان کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں اور ان کی کتابوں سے سند لاتے ہیں۔ان کی ایک کتاب "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" کا اُردو ترجمہ ایک اہلحدیث فاضل مولوی محمد عبداللہ نے لکھا ہے جس کا نام "فقہی اختلاف کی اصلیت" رکھا ہے اہلحدیث کے مکتبہ ترجمان دہلی سے چھپ چکا ہے۔

یہ جواب دینے کے بعد ہم معترض صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جب دوسری صدی کے بعد عوامی ضرورت کے پیش نظر۔تقلید واجب قرار دی گئی اور دنیا میں تقریباً سبھی اہل اسلام کسی نہ کسی امام کے مقلد ہوکر اسلامی احکام پر عمل پیرا ہوگئے تو ان بارہ سو سال کے مسلمان مسلمان رہے بھی یا نہیں؟

اور مسلمان تھے تو پورے یا ادھورے کیونکہ منکرین تقلید تو اس دور میں عموماً تھے نہیں۔تو اگر باوجود مقلد ہونے کے وہ لوگ مسلمان تھے اور کامل مسلمان تو اب اسلام کا کونسا روپ مارا جارہا ہے جو تقلید کے انکار کی

ضرورت پیش آئی ہے؟

سوال: فرائض تو سب خدا اتار چکا وحی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بند ہوگئی سو سال کے بعد امام دنیا میں آئے تو اب کس آسمان سے کونسا فرشتہ کونسی وحی لے کر آیا جس سے سو سال کے بعد ان ائمہ میں سے ایک ایک کی تقلید فرض ہوئی۔ یہ حنفی شافعی قرآن وحدیث میں ان کا ذکر کہاں ہے؟

جواب: آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے ہم مطلقاً تقلید کا ثبوت تفصیل سے بیان کر چکے کیا سورۃ فاتحہ کی یہ آیت مبارکہ:

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔" (سورۂ فاتحہ)

"اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ چلا، ان کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔"

سے کیا یہ صاف اور واضح نہیں ہو جاتا کہ سیدھا راستہ چلنے کے لئے یونہی اٹکل بازی سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ کچھ خاصانِ خدا بندگانِ مولیٰ مردان حق آگاہ کی رہنمائی ضروری ہے اور ان کو اپنا پیشوا مقتدا اور امام بنانا ہوگا۔

رہا تقلید شخصی شرعی اصطلاحی کا وجوب تو خیال رہے کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے یعنی جس کو کئے بغیر کسی واجب پر عمل نہ ہو سکے وہ خود بھی واجب ہوگا تو چونکہ شریعت اسلامیہ کے مطابق زندگی گزارنا ہر مسلمان پر نہایت ضروری ولازم ہے۔ اور زمانہ رسالت مآب سے دوری رکھنے والوں کے لئے شریعت اسلامیہ کو مکمل طور پر سمجھنا اور اس پر چلنا بغیر تقلید ائمہ کے ممکن نہیں۔ جس طرح ان کے لئے شریعت اسلامیہ لازم و ضروری ہے اسی طرح اس پر چلنے کے لئے تقلید ائمہ بھی لازم وضروری ہے اور واجب ہے۔

آپ کا یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کسی پر نماز فرض ہو اور پانی بھی دستیاب ہے۔ مثلاً کنواں بھی ہے ڈول اور رسّی بھی حاصل کر سکتا ہے اور پھر بھی مٹی سے تیمّم کر کے نماز پڑھ لے اور کوئی ذی ہوش اس سے کہے کہ تو نے تیمّم کیوں کیا۔ تیرے لئے رسّی ڈول حاصل کرنا کنویں سے پانی کھینچنا فرض تھا تو وہ کہے کہ وحی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بند ہو گئی تو کون سا فرشتہ کونسے آسمان سے یہ وحی لے کر آیا کہ رسی ڈول حاصل کرنا اور کنویں سے پانی کھینچنا اسلام میں فرض ہے۔

یا کوئی شخص باوجود مالدار مستطیع ہونے کے حج نہ کرے دولت گھر میں لیئے بیٹھا رہے اور کوئی کچھ کہے تو بولے کہ کونسا فرشتہ کس آسمان سے وحی لے کر آیا یا قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ حج کمیٹی کے دفتر سے فارم حاصل کرو پھر اس کی خانہ پُری کرو۔ ٹیکہ لگواؤ۔ بینک ڈرافٹ بنواؤ وغیرہ ان سب امور کی فرضیت اور وجوب کہاں سے ثابت ہے؟

ان دو ہی مثالوں سے جماعت اہلحدیث کو آئینے میں اپنی صورت نظر آجائے گی۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو کام لازم وضروری یا فرض وواجب ہوتا ہے تو اس کے وہ مقدمات وتمہیدات جن کے بغیر وہ ہو نہیں سکتا وہ سب بھی لازم وضروری ہوں گے۔ خواہ وہ بالتعین ہو یا بلاتعین۔

اس موقعے پر ہم تقلید شخصی ضروری کا مفہوم سمجھانے کی خاطر اپنے عوام مسلمان بھائیوں کے لئے ایک مثال بھی بیان کر دیں۔

جو شخص حرم محترم مکہ معظمہ یا اس کے آس پاس کا رہنے والا ہے اس پر حج کی فرضیت اور اس کی ادائے گی کے لئے سوائے معمولی استطاعت اور

تھوڑی سی جسمانی طاقت کے کچھ بھی فرض وواجب نہیں۔ اور جتنی دوریاں بڑھتی جائیں گی اتنی ہی ضروریات بڑھتی جائیں گی یہاں تک کہ دوسرے ملک کے باشندوں کے لئے فارم، فوٹو، ویزا، پاسپورٹ، ٹیکہ، اور بینک ڈرافٹ وغیرہا بہت سارے اُمور لازم وضروری ہیں۔ کہ جن پر حج کی ادائے گی کے لئے جانا منحصر ہے۔

اسی طرح جولوگ زمانہ پاک رسالت مآب سے ایک دم قریب ہیں ان کو اطاعت خدا اور رسول کے لئے سوائے قرآن وحدیث کے واقعی کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی اور جیسے جیسے دوریاں بڑھتی گئیں ضرورتیں بھی بڑھتی گئیں۔ یہاں تک کہ غیر مجتہد کے لئے کسی مجتہد کی پیروی لازم ہوگئی اور پھر دوسری صدی کے بعد ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید ناگزیر اور ضروری ہوگئی۔ شعر

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

اور اب جو نہ حنفی ہے نہ شافعی نہ مالکی اور نہ حنبلی وہ گمراہ ہے وہ نُوَلِّہٖ مَاتَوَلّٰی کا انتظار کرے اور نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ کے لئے تیار رہے اور پھر سَاءَتْ مَصِیْرًا کا انجام دیکھے۔

اب ہم جماعت اہلحدیث کے دادا بزرگوار مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی تصنیف ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' کی ایک عبارت نقل کردیں جس کے ذریعہ شاہ صاحب کے قلم سے ہی اس اعتراض کا نہایت عمدہ جواب ہوجائے فرماتے ہیں:

فان قلت کیف یکون شیئی واحد غیر واجب فی

زمان واحباً فی زمان آخر مع ان الشرع واحد.

قلت الواجب الاصلی هو ان یکون فی الامة من یعرف الاحکام الفرعیه من ادلتها التفصیلیة اجمع علی ذالك اهل الحق ومقدمة الواجبة واجبة فاذا کان للواجب طرق متعددة وجب طریق من تلك الطرق من غیر تعین واذا تعین له طریق واحد وجب ذٰلك الطریق بخصوصه کما اذا کان رجل فی مخمصة شدیدة یخاف منه الهلاك وکان لرفع مخمصة طرق من شراء الطعام والتقاط الفواکه من الصحراء واصطیادمایتقوت به وجب تحصیل شیئی من هذهِ الطرق لاعلی التعین فاذا وقع فی مکان لیس هناك صیدو فواکه وجب علیه بذل المال فی شراء الطعام وکذالك کان للسّلف طرق فی تحصیل هذا الواجب وکان الواجب تحصیل طریق من تلك الطرق لاعلی التعین ثم انسدت تلك الطرق الاطریق واحد فوجب ذٰلك الطریق بخصوصه وکان السّلف لایکتبون الحدیث ثم صاریومنا کتابة الحدیث واجبة لان روایة الحدیث لاسبیل لها الیوم الابمعرفة هذه الکتب وکان السّلف لایشتغلون بالنحو والغة وکان لسانهم عربیاً لایحتاجون الی هذه الفنون ثم

صار یومنا هذا معرفة اللغة العربية واجبة لبعد العهد عن العرب الاول وشواهد مانحن فيه كثيرة جداً وعلى هذا ينبغي ان القياس وجوب التقليد لامام بعينه.

ترجمہ: اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں کوئی چیز واجب نہ ہو اور دوسرے وقت میں وہی چیز واجب ہو جائے درانحالیکہ شریعت ایک ہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امر واجب دراصل یہ ہے کہ امت میں کوئی شخص ایسا ہونا چاہئے جو فروعی احکام شریعت کا علم اس کے تفصیلی دلائل کے ساتھ رکھتا ہو اس بات پر سب اہل حق متفق ہیں اور جس پر کوئی امر واجب موقوف ہوتا ہے وہ بات بھی واجب ہوتی ہے اور جب ادائے واجب کے متعدد طریقے ہوں تو ان میں سے کسی ایک طریقے کو اختیار کرنا لازم ہوگا اس کے لئے کسی خاص طریقے کا تعین لازم نہیں اور جب اس کا ایک ہی طریقہ ہو تو خاص وہی طریقہ لازم ہوگا۔ جیسے کہ ایک شخص بھوک کی شدت میں مبتلا ہو اور اسے ہلاک ہو جانے کا ڈر ہے (اور جان بچانا واجب ہے) اور بھوک دور کرنے کے مختلف طریقے اس کے بس میں ہوں مثلاً کھانا خرید سکتا ہے، جنگل سے پھل توڑ سکتا ہے اور کسی حلال جانور کا شکار بھی کر سکتا ہے تو اس کو جان بچانے کے لئے بلاتعین ان میں سے کسی ایک طریقے کو شرعاً اختیار کرنا واجب ہوگا، لیکن وہ کسی ایسے مقام پر ہو جہاں نہ شکار ہو نہ پھل تو اس کے لئے صرف اور

صرف ایک ہی طریقہ یعنی مال خرچ کر کے کھانا خریدنا واجب ہے (تو یہ کھانا خریدنا واجب نہیں لیکن جان بچانے کے لئے خریدنا واجب ہوگیا کیونکہ جان بچانا واجب ہے)

اسی طرح اسلاف کے پاس واجب اصلی (یعنی) احکام شرع سے واقفیت حاصل کرنے) کے اور بھی طریقے تھے اور ان طریقوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا واجب تھا کسی خاص طریقے کا تعین ضروری نہ تھا پھر جب سوائے ایک طریقے کے سارے طریقے ختم ہوگئے تو یہی مخصوص طریقہ (یعنی تقلید) واجب رہا، چنانچہ سلف میں حدیثیں نہیں لکھی جاتی تھیں لیکن آج حدیثیں لکھنا واجب ہے کیونکہ آج کتب احادیث کے سوا حدیثوں کی روایت کی اور کوئی صورت نہیں اسی طرح اسلاف علم نحو ولغت حاصل نہ کرتے تھے، کیونکہ عربی ان کی اپنی زبان تھی اور انہیں ان علوم میں سر کھپانے کی ضرورت نہ تھی لیکن ہمارے اس زمانے میں عربی زبان کا علم باقاعدہ حاصل کرنا واجب ہوگیا۔ کیونکہ سابقہ اہل عرب کا زمانہ بہت دور چلا گیا۔ اس طرح ہمارے اس بیان کی اور بھی بہت ساری مثالیں ہیں (یعنی جس طرح نحو ولغت و کتابت احادیث اور ان کی اسناد کا حصول واجب ہے) اسی پر ایک معین امام کی تقلید کے واجب ہونے کو بھی قیاس کرنا چاہئے۔

(الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ص ۲۲، مکتبۃ ایشیق ٹرکی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ بیان لکھنے کے بعد ہمیں تقلید شخصی پر مذکورہ سوال کے جواب میں اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ البتہ پلٹ کر ان سے ایک سوال ہم بھی کر دیں۔

معترض صاحب یہ بتائیں کہ علم اسنادِ حدیث واحوال رواۃ اور نحو وصرف ولغت کا سیکھنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں ہے تو اہلحدیث کے مدارس میں یہ داخل نصاب کیوں ہے اور اگر کہئے کہ واجب ہے تو فرائض تو سب خدا اتار چکا وحی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بند ہوگئی۔ تو اب کس آسمان سے کونسا فرشتہ کونسی وحی (معاذ اللہ) لے کر آیا کہ جس سے اسناد حدیث واحوال رواۃ نحو وصرف ولغت کا سیکھنا واجب ہوگیا؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زُلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیّاد آ گیا

سوال: اہلسنّت وجماعت کی کیا تعریف ہے جب کہ مقلد نہ سنت سے دلیل لے سکے نہ جماعت صحابہ کے اجماع سے پھر اس کو اہلسنّت وجماعت کیوں کہا جائے؟

جواب: ایک حدیث شریف میں ہے تم پر میری اور میرے راہ یاب ہدایت یافتہ جانشینوں کی سنت اور ان کا طریقہ لازم ہے اور دوسری حدیث میں سرکار نے فرمایا کہ اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے۔ تو پہلی حدیث میں وارد لفظ سنت اور دوسری کا جماعت ملا کر اہلسنّت والجماعت لفظ بن گیا گویا کہ اہلسنّت وہ جماعت ہے جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ورسالت پر ایمان رکھنے کے بعد آپ کے خلفاء اور جانشینوں محبوبانِ بارگاہ کو پیشوا اور مقتدا مانتی ہے۔ اور آپ کے طریقہ زندگی کو سمجھنے کے لئے ائمہ کرام کی تقلید بھی کرتی ہے اور مقلد سنت رسول تک ہی پہنچنے کے لئے ائمہ کرام کی تقلید کرتا ہے نہ کہ دولت مند امیر ورئیس ووزیر بننے کے لئے لہٰذا آپ کا یہ اعتراض بیکار ہے کہ مقلد سنت سے دلیل نہیں لے سکتا اور یہ سراسر آپ کا الزام اور بہتان ہے۔

بتایئے! کہاں کونسی کتاب میں کس نے لکھا ہے مقلد کے لئے مطلقاً سنت سے دلیل پکڑنا منع ہے البتہ وہ مسائل واحکام فروعیہ جو صاف اور صریح طور پر قرآن وحدیث میں مذکور نہیں ان میں عام آدمی سنت سے دلیل کیسے لائے گا۔ آپ بتائے چوہا چھچھوندر اگر کھانے پانی میں منہ ڈال دے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اور اس کا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلے کا جواب صرف کتاب وسنت سے دیجئے یعنی قرآن وحدیث میں چوہے اور چھچھوندر کا نام دکھایئے۔ یہ بھی بتایئے کہ بے ہوشی سے وضو ٹوٹتا ہے کہ نہیں یعنی وضو توڑنے والی چیزوں میں قرآن وحدیث کے اندر بے ہوشی کا لفظ دکھایئے اور کتاب وسنت یعنی صرف قرآن وحدیث سے دلیل لے کر یہ بھی بتایئے کو کوئی شخص ایک کلو بادام ڈیڑھ کلو بادام سے بیچے نقد یا ادھار تو سود وحرام ہے کہ نہیں؟

سوال: قیامت کے دن حمد الٰہی کا جھنڈا صرف پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا یا ان چاروں اماموں کے جھنڈے الگ الگ لہلہا رہے ہوں گے۔ حوض کوثر صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی ہوگا یا چاروں اماموں کے بھی ہوں گے اگر صرف حضور ہی کے ساتھ ہے تو ہم ادھر اُدھر منہ کیوں ماریں۔

جواب: لواء الحمد یعنی حمد الٰہی کا مخصوص جھنڈا تو از روئے حدیث یقیناً سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے دست پاک میں ہوگا۔ لیکن آپ بتایئے کہ چاروں امام جنہوں نے عمر بھر عبادت وریاضت درس وتدریس اور سرکار کے دین کی خدمت کی وہ اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے یا نہیں؟ اور جب وہ اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے تو جوان کے ساتھ

ہوگا ان کے دامنوں سے لپٹا ہوگا اور ان کے قدموں میں گرا ہوگا وہ بھی اس جھنڈے کے نیچے آئے گا کہ نہیں؟

یونہی حوض کوثر کے مالک تو بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں لیکن آپ بتایئے کہ حوض کوثر کے یہ جام ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک امام احمد بن حنبل کو سرکار کے دست پاک سے ملیں گے یا نہیں؟

اور جب یہ حضرات حوض کوثر کی طرف بڑھیں گے تو ان کے مقلدین و متبعین و نام لیوا ان کے پیچھے پیچھے قطاروں میں چلیں گے تو کیا یہ اپنے جانثاروں کو دھکے دے کر بھگائیں گے؟

اور بتایئے مقتدی امام کے پیچھے ہوتے ہیں یا نہیں؟ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ مالک حوض کوثر سرکار ہیں لواء الحمد یومئذٍ بیدی آپ ہی کے لئے زیبا ہے لیکن قرآن کریم (پارہ ۱۵، رکوع ۷) کی یہ آیت کریمہ کیوں بھول گئے جس میں رب فرماتا ہے:

یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ م بِاِمَامِھِمْ۔

یعنی روز قیامت ہر گروہ کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اور قرآن کریم ہی سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام کے صدقے میں ان کے امتیوں سے صدیقین و شہداء اور صالحین یعنی خدائے تعالیٰ کے نیک بندے بروز قیامت مواقع رحمت و جنت میں تنہا نہیں ہوں گے بلکہ اپنے ساتھ کچھ اوروں کو بھی لئے ہوں گے۔ دیکھئے رب فرماتا ہے:

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔

''جو اللہ و رسول کا حکم مانے تو ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔'' (سورۂ نساء، پارہ ۵، رکوع ۶)

یہ تو طے ہے کہ یقیناً شفاعت کبریٰ کا تاج آمنہ کے لال مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سجایا جائے گا اور حوض کوثر اور لواء الحمد کے حقدار بروز قیامت مالک ومختار آپ ہی ٹھہرائے جائیں گے لیکن احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ کے صدقے میں آپ کی امت کے کچھ مبارک افراد نفوس قدسیہ بھی خلق خدا کو راحت پہنچائیں گے۔ رحمت الٰہی کی بارشوں میں غسل کرائیں گے، گناہوں خطاؤں کی ناپاکی سے چھٹکارا دلائیں گے۔ اور اپنی شفاعت سے جنت عطا فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ملاحظہ فرمایئے چند احادیث۔

حدیث: بخاری ومسلم میں ہے:

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ شَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ وَالنَّبِيُّوْنَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ۔ الخ الحديث۔

خدائے تعالیٰ فرمائے گا (بروز قیامت فرشتے بھی شفاعت کر چکے انبیاء بھی اور ایمان والے بھی اب صرف ارحم الرحمین باقی رہا پھر اپنے دست قدرت کی ایک مٹھی بھر کر جہنم سے نکالے گا۔ (صحیح مسلم جلد ۱، ص ۱۰۳، اور مشکوٰۃ شریف، باب الحوض والشفاعۃ، ص ۴۹۰)

اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ مومنین سے فرمایا جائے گا: اخرجوا من عرفتم یعنی تم جس کو پہنچانتے ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔

اب بتایئے یہاں تو حدیث میں عام مومنین کی شفاعت کا یہ حال ہے پھر

ائمہ اربعہ خاص کر سیدنا امام ابوحنیفہ جیسے کامل الایمان جنہوں نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہو بروز قیامت ان کی فیض رسانی، نفع بخشی، اور جنت نوازی کا کیا عالم ہوگا۔

حدیث: ترمذی، دارمی، اور ابن ماجہ میں ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِی الْجَدْعَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ اَکْثَرَ مِنْ بَنِی تَمِیْم۔

''حضرت عبداللہ بن ابی جدعاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے اتنے لوگ جنت میں جائیں گے جن کی تعداد قبیلہ بنو تمیم کے افراد سے بھی زیادہ ہوگی۔'' (مشکوٰۃ ص ۴۹۴، ترمذی جلد ۲، ص ۶۷، باب ماجاء فی الشفاعة)

حدیث: مشکوٰۃ شریف اور ابن ماجہ میں ہے:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثَلٰثَةٌ اَلْاَنْبِیَاءِ ثُمَّ الْعُلَمَاء ثُمَّ الشُّهَدَاء۔

''سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بروز قیامت تین گروہ شفاعت فرمائیں گے پہلے انبیاء پھر علماء پھر شہدا۔ (ابن ماجہ ص ۳۳۰، باب ذکر الشفاعة، مشکوٰۃ ص ۴۹۴، باب الحوض والشفاعة)

حدیث: ترمذی شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْد الخُدْرِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَشْفَعُ الفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَشْفَعُ لِلْقَبِیْلَۃَ وَمِنْھُمْ مِنْ یَّشْفَعُ لِلْعَصْبَۃِ وَمِنْھُمْ مِنْ یَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰی یَدْخُلُوْا الْجَنَّۃَ ھٰذَا حدیث حسن۔"۱۲

میری امت کے کچھ لوگ کئی جماعتوں کی شفاعت کریں گے اور کچھ ایک قبیلے کی اور کچھ چند لوگوں کی اور کچھ صرف ایک شخص کی یہاں تک کہ یہ لوگ ان کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی جلد۲، ص۶۷، باب ماجاء فی الشفاعۃ)

ان احادیث کے ہوتے ہوئے کوئی بالکل کھلا کالا کافر ہی ہوگا۔ جو بروز قیامت امت محمدی کے علماء وصلحاء وائمہ کی شفاعت کا مطلقاً انکار کرے اور یہ بکواس کرے کہ حمد الٰہی کا جھنڈا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا اور مالک حوض کوثر آپ ہوں گے پھر ہمیں اِدھر اُدھر منہ مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور یہ بھی جان لیجئے کہ حضور کے جانشینوں کی تقلید اِدھر اُدھر منہ مارنا نہیں بلکہ حضور کی ہی اطاعت اتباع اور پیروی ہے۔

اور حدیث شریف میں نام لے کر علماء کے لئے فرمادیا گیا کہ قیامت کے روز ۳ گروہ شفاعت فرمائیں گے۔ انبیاء، علماء اور شہداء تو ائمہ اربعہ سیدنا امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو ایسے علم والے ہیں کہ لاکھوں علماء عالم کو ان کی غلامی پر فخر ہے۔

خلاصہ یہ کہ آیات قرآنیہ واحادیث مصطفویہ سے یہ بات خوب واضح

ہوگئی کہ بروز قیامت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربار فیض عام تو سجا ہی ہوگا۔ آپ کی امت کے علماء وصلحاء وشہداء کی کرم فرمائیوں، بندہ نوازیوں اور غلام پروری کے جلوے بھی قابل نظارہ ہوں گے۔

سوال :اگر کسی مقلد کے پاس کوئی صحیح حدیث پہنچے اور وہ اس کے امام کے قول کے خلاف ہو تو اسے کیا کرنا چاہئے اور جو یہ کہہ کر اس حدیث کو ٹال دے کہ یہ میرے مذہب میں نہیں وہ مسلمان رہا یا اسلام سے خارج ہوگیا۔

جواب :یہ سوال کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتانا چاہئے تھا کہ آج اسے یہ پتہ کیسے چلے گا کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون غیر صحیح۔ یہ پتہ کرنے کے کون کون سے راستے ہیں ان سب کی وضاحت کرنا بھی آپ پر لازم ہے۔ حیرت ہے چودہ سو کچھ سال ہوگئے پیغمبر اسلام علیہ السلام کے وصال مبارک کو اور ان کی حدیثوں کے صحیح وسقیم ہونے کا فیصلہ اب ہوگا۔ آپ کو یہ بھی لکھنا چاہئے تھا کہ کس امام کے مذہب میں کون کون سے مسئلے کس کس صحیح حدیث کے خلاف ہیں؟ اور اس حدیث کے صحیح ہونے پر کس نے مہر لگائی ہے؟ اور وہ مہر لگانے والا اس امام کے ہم پہلو اور برابر ہے یا نہیں؟ اور وہ مذہب امام کے خلاف حدیث کو صحیح کہنے والا اس امام سے بعد میں پیدا ہوا یا پہلے؟ اور کن کن وجوہ سے حدیث صحیح ہو جاتی ہے اور ان وجوہ میں سے کتب اصول میں عمل اہل علم واجتہاد بھی ہے کہ نہیں؟ اور امام ترمذی نے جمع بین الصلاتین کے بیان میں ایک حدیث کے راوی حنش بن قیس کو ضعیف قرار دے کر اور حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کر کے یہ جو فرمایا ہے کہ والعمل علیٰ هذا عند اهل العلم اس کا کیا مطلب ہے؟

خلاصہ کلام یہ کہ مقلد کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے امام کے مذہب پر قائم رہے کیونکہ وہ اس امام سے زیادہ حدیث کے صحیح اور غیر صحیح ہونے کو نہیں جانتا۔ اور جو کچھ جانے گا وہ کسی محدث کی کتاب میں پڑھ کر یا کسی مولوی کی زبان سے سن کر تو وہ بجائے اپنے امام کے اس محدث یا مولوی کا مقلد ہو جائے گا۔ یعنی اس کو اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنا پڑے گا۔ تو پھر اس پر بھروسہ کرنے کے بجائے اپنے امام ہی پر کیوں نہ بھروسہ کرے، خواہ مخواہ اِدھر اُدھر منہ مارتا پھرے اور بالفاظ حدیث منافق کہلائے۔

حضرت امام محمد غزالی فرماتے ہیں:

مخالفته للمقلد متفق على كونه منكراً بين المُحَصِّلِيْن

سارے بڑے بڑے علم والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا شریعت کے خلاف اور بری بات ہے۔

(احیاء علوم الدین جلد۲،، کتاب الامر بالمعروف الباب الثانی الرکن الثانی، ص ۳۲۱، مطبوعہ سورت)

اور یہی امام غزالی کیمیاء سعادت میں یوں لکھتے ہیں:

مخالفت کردن صاحب مذہب خویش نزد ہیچکس روا نبود

اپنے امام کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(کیمیائے سعادت اصل نہم، ص ۳۹۵، مطبوعہ تہران، ومترجم اُردو ص، ۴۲۹ مطبوعہ ادبی دنیا مٹیا محل دہلی)

یہ امام غزالی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے علم وفضل پر امت مسلمہ کو ناز ہے۔ اور خود شاہ ولی اللہ صاحب بھی فرما گئے۔

والمرجع عند الفقهاء ان العامی المنتسب الی

مذهب له مذهبٌ فلا تجوز له مخالفته

اہل علم میں یہ بات طے ہو چکی کہ عام آدمی جو کسی مذہب کی طرف منسوب ہے اور اس کا مقلد ہے اس کے لئے اس مذہب کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ (عقد الجید، ص ۵۲، باب پنجم مطبوعہ استانبول ترکی)

خیال رہے کہ کتابوں کی شکل میں حدیث لکھنے کا کام باضابطہ طور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے دو سال گزرنے کے بعد ہوا ہے۔ تو اس دو سو سال کے عرصے میں کون سی حدیث کس کس سے روایت ہو کر کس طرح کس کے پاس پہنچی اس سب کی چھان پھٹک اہلحدیث مولوی بتائیں یہ آج کس کے بس کی بات ہے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث یا نقل حدیث یا اسماء الرجال کی جتنی کتابیں آج پائی جاتی ہیں اور جن کو پڑھ پڑھ کر نا مقلدین صحیح وغیر صحیح کے فیصلے کرتے ہیں، ان سب کے مصنفین امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کم از کم سو سال بعد کے ہیں۔

معترض صاحب صاف صاف بتائیں کہ کسی کتاب میں پڑھ کر یہ فیصلہ کرنا کہ یہ حدیث ایسی ہے اور یہ ایسی یہ اس کتاب لکھنے والے پر اعتماد اعتبار بھروسہ اور اس کی تقلید ہے یا نہیں؟ مقلدین سے ہر بات کی دلیل کا مطالبہ قرآن وحدیث سے کرنے والے اور ائمہ اربعہ کی تقلید کو قرآن وحدیث کے خلاف اور حرام، یہاں تک کہ شرک لکھنے والے اگر شرم وحیاء رکھتے ہیں تو بتائیں کونسی آیت اور کس حدیث میں ہے کہ امام بخاری اور ترمذی بلکہ امام احمد اور ابن احمد ذہبی جس حدیث کی تصحیح وتجریح کر دیں وہ واقع میں ویسی ہی ہے؟

قرآن وحدیث میں کہاں آیا ہے کہ ذہبی وعسقلانی بلکہ نسائی وابن عدی ودارقطنی، یحییٰ بن قطان، یحییٰ بن معین وشعبہ وابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی حق ودرست وصحیح ہے؟

جب احکام ومسائل میں آپ کے نزدیک امام اعظم وامام شافعی ومالک واحمد بن حنبل ناقابل اعتبار ہیں اوران کی ماننا حرام ہے تو پھر حدیثوں کی صحت وجرح میں ان مصنفین، ناقدین، محدثین کی کیوں مانی ہے۔

اورطرفہ یہ کہ محدثین تو خود ہی مقلدین تھے تو ان کی لکھی کتابیں تو آپ کو چھونا بھی نہیں چاہئے اوران کے مقلد ہونے کا اقرار خود آپ کے بڑے مولانا صاحب نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی کیا ہے۔ائمہ شافعیہ کی صنف ثانی یعنی جو صحبت سے مشرف نہ ہوئے ان کا ذکر کرتے ہیں:

واما الصنف الثانی فمنهم محمد بن ادریس الرازی محمد بن اسماعیل البخاری، ومحمدبن علی حکیم الترمذی۔

یعنی دوسری قسم کے ائمہ شافعیہ میں سے محمد بن ادریس رازی محمد بن اسماعیل بخاری اورحکیم ترمذی ہیں۔(ابجد العلوم، ص۱۱۸)

اورحضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

ومن هذا القبیل محمد بن اسماعیل البخاری فانه معدود فی طبقات الشافعیة۔

اوراس قسم کے افراد میں محمد بن اسماعیل بخاری بھی ہیں کیونکہ ان کا شمار بھی شافعی طبقات میں ہے۔(الانصاف، ص۲۱)

الحاصل منکرین تقلید (جماعت اہل حدیث) بتائے ان کے یہاں حدیث

کے کھرے کھوٹے کو پرکھنے کا معیار کیا ہے سوائے اس کے کہ بخاری ومسلم میں جو دیکھ لیا اس پر ایمان لے آئے تو ذرا یہ ہی بتایئے کہ بخاری ومسلم کی ساری حدیثوں کو صحیح مانتے ہوئے کیا ان پر آپ کا عمل ہے؟

بخاری ومسلم کی سیکڑوں احادیث ایسی ہیں جن پر آپ کا عمل نہیں میں ایسی حدیثوں کی ایک لمبی فہرست پیش کرسکتا ہوں اور ضرورت پڑی اور بات آ گی بڑھی تو کی بھی جائے گی اور آپ کا یہ اعتراض کہ مقلد کو حدیث صحیح ملے تو اسے کیا کرنا چاہئے جب کہ وہ حدیث اس کے امام کے خلاف ہو اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب علیہ الرحمۃ والرضوان نے مستقل ایک کتاب ۱۳۱۳ھ میں یعنی اب سے تقریباً ایک سو۱۱۵ پندرہ سال پہلے تصنیف فرمائی جس کا نام (الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی) ہے بڑے سائز کے ۲۵ صفحات پر مشتمل ایک کتاب میں جماعت اہلحدیث کے سارے مکر وجل، کید وفریب ہباءً منثورا کردیئے۔ سو سال سے زیادہ گزرنے کے باوجود آج تک اس عظیم کتاب کی طرف سے پوری جمعیۃ میں سناٹا ہے اور کوئی سورما ایسا پیدا نہ ہوا جو اس کے جواب کی ہمت کرتا۔ اور آج تک منکرین تقلید کے قلم خاموش ہیں پھر بار بار اس سوال کو دہرانا کس قدر بے حیائی ڈھٹائی اور بے غیرتی ہے۔ یہی نا کہ میاں ہراتے رہے ہیں ہاری ہی نہیں۔

اور آج بھی نامقلدین میں کوئی ایک بھی غیرت دار ہے تو امام اہلسنّت کے اس مبارک رسالے کا جواب لکھے۔ اور جب پورے گروہ میں کسی کے بس کی بات نہیں تو سب جلدی توبہ کر کے مقلد بنیں حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔

اور صرف ایک یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ خاص وہابیہ غیر مقلدین کے ردوابطال میں مسئلہ تقلید اور دوسرے عقائد واحکام سے متعلق اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت کے اور بھی کئی مبسوط ومفصل رسائل ہیں۔

مثلاً:

(۱) النهی الاکیدعن الصلاة وراء عدی التقلید۔

(۲) النیرا الشهابی علی تدلیس وهابیٰ

(۳) السّهم الشهابی علی خداع الوهابی۔

(۴) الکوکبة الشهابیه فی کفریات ابی الوهابیه

وغیرہا کتب امام اہلسنّت اور دوسرے علماء اہلسنّت کی سیکڑوں کتابوں کا جواب لکھے بغیر سوالات کو دہرائے جانا اور انہیں شائع کرتے رہنا بے حیائی نہیں تو حیاء وشرم کا کونسا حصہ ہے۔

سوال: ظاہر ہے کہ چاروں اماموں کا وجود بہ حیثیت امام پہلی صدی میں نہ تھا بس پہلی صدی کے لوگ مقلد ہوئے یا غیر مقلد؟

جواب: اس کا جواب بار بار آچکا ہے۔ اور خوب اچھی طرح سمجھایا جاچکا ہے کہ تقلید کی ضرورت اس دور میں بر بنائے قرب عہد رسالت نہ تھی اور جیسے جیسے اس مبارک دور سے دوریاں بڑھیں۔ شریعت پر چلنے کے لئے ضرورتیں بھی بڑھتی گئیں انہیں ضرورتوں میں سے تقلید بھی ہے۔

آپ بتایئے کہ کیا پہلی صدی میں بخاری ومسلم تھیں؟ ترمذی وابوداؤد تھیں؟ مصطلحات حدیث تھیں۔ قرآن کریم پر اعراب تھے کیا نحو وصرف لغت سیکھنے سکھانے کا رواج تھا؟ کیا قرآن کریم کے ترجمے تھے؟ پہلی صدی میں نہ ہونے کی وجہ سے ان سب چیزوں کو آپ چھوڑ دیئے پھر ہم

سے پوچھئے کہ پہلی صدی میں تقلید تھی یا نہیں؟ اور چلتے چلتے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ایک فرمان اور ملاحظہ کیجئے اپنی مشہور کتاب "عقد الجید" میں فرماتے ہیں:

اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفی الاعراض عنها كلها مفسدة كثيرة۔

جاننا چاہئے کہ ان چار مذاہب کو اختیار کرنے میں بہت بڑی مصلحت ہے اور ان سے گریز کرنے میں بہت بڑی خرابی ہے۔

(عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید، ص ۳۷)

سوال: مجتہد کو بھی تقلید کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب: جو مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہو یعنی اتنا علم رکھتا ہو کہ مسائل کا اجتہاد کر سکے اس کے لئے قرآن وحدیث کافی ہے اسے تقلید کی کوئی ضرورت نہیں مجتہد کو کتنا علم چاہئے۔ اس کی طرف ہم اشارہ کتاب کے شروع میں کر چکے ہیں۔ گزشتہ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ میں کوئی مستقل مجتہد فی الشرع پیدا نہ ہوا۔ البتہ ایک جماعت ایسی پائی جاتی ہے جس میں بزعم خود ہر شخص مجتہد ہے۔

سوال: مقلد قرآن وحدیث سے دلائل پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جو مسائل قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور ہی نہیں یا جن مسائل کے بارے میں احادیث مختلف آئی ہیں ان میں وہ دلیل قرآن وحدیث سے کیسے لائے گا؟ ان میں اس کے لئے اس کا امام کافی ہے۔ البتہ جو مسائل قرآن وحدیث سے ضرورۃً صراحتاً ثابت ہیں۔ ان میں یقیناً قرآن ہی سے دلیل دے گا۔

سوال: مجتہد کسے کہتے ہیں کیا چودہ سو سال میں مجتہد صرف چار ہوئے؟

جواب: مجتہد کی تعریف کتاب کے شروع میں گزر چکی ہے مجتہد اور بھی بہت ہوئے لیکن ان کے مذاہب مستنبطات آج مکمل ومبوب نہیں پائے جاتے لہٰذا ان کی تقلید کیسے کی جائے گی۔

یہ دیکھئے شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

ولیس مذهب فی هذه الازمنة المتاخرة بهذه الصفة الاهذه المذاهب الاربعة۔

یعنی اب اس کے بعد والے زمانے میں اس انداز پر سوائے ان چار مذہبوں کے کوئی مذہب نہیں پایا جاتا۔ (عقد الجید، ص ۳۷)

اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی جو آپ کے دھرم گرو ہیں وہ لکھتے ہیں:

ولا ننکر علی من قلد احدا الاربعة دون غیرهم لعدم ضبط مذاهب الغیر۔

یعنی ہم چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کے مقلد کو برا نہیں مانتے ہاں جو ان چاروں کے سوا کسی اور کی تقلید کرے اس کو بُرا مانتے ہیں۔ چونکہ اوروں کے مذہب محفوظ نہیں۔ (صیانة الانسان صفحہ ۴۸۲، مطبوعہ نجد)

سوال: ان چاروں اماموں کی تعلیم کیا بذریعہ وحی ہوئی وغیرہ وغیرہ ہفوات اُخر؟

جواب: وحی تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ کسی اور کے لئے شرعاً محال یہ بات تو مسلمانوں کے بچے بھی جانتے ہیں۔ ایسا سوال آپ کی بڑی نادانی و دریدہ دہنی ہے۔ البتہ ائمہ کرام کو علوم نبوی صحابہ و تابعین کے ذریعہ پہنچے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِهِمْ وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ ہمارا عقیدہ تو یہی ہے کہ وحی اصطلاحی صرف اور صرف خاصہ انبیاء ہے

لیکن آپ کی جماعتی کتابوں میں ضرور لکھا ہے کہ آپ کے مشائخ پر وحی آتی تھی اور وہ براہِ راست بغیر کسی وسیلے کے خدائے تعالیٰ سے فیض پاتے تھے یہ دیکھئے آپ کے شاہ اسماعیل شہید اپنی تالیف "صراط مستقیم" میں اپنے پیرومرشد سید احمد رائے بریلوی کے متعلق فرماتے ہیں:

''یہاں تک کہ ایک دن حضرت حق جل وعلیٰ نے آپ کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امورِ قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع وبدیع تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی ہے اور چیزیں بھی عطا کریں گے۔ (صراط مستقیم، مرتبہ مولانا اسماعیل دہلوی، مطبع ادارہ الرشید دیوبند، ص ۲۲۱)

تھوڑا آگے چل کر یہی مولانا شاہ اسماعیل دہلوی اسی کتاب میں اپنے انہیں شیخ صاحب کی ایک مجلس کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اس مجلس کے اختتام کے بعد کاتب الحروف (شاہ اسماعیل) کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آج حق تعالیٰ نے محض اپنی عنایت سے بلا واسطہ کسی کے نسبت چشتیہ کا اختتام ہمیں ارزانی کیا۔'' (صراط مستقیم، ۲۲۳)

اب بتایئے جماعت اہلحدیث یہ آپ کے گھروں کی داستان کس قدر بھیانک ہے یہ خدائے تعالیٰ سبوح وقدوس کی طرف سے سید احمد رائے بریلوی کے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر امور قدسیہ کی بارش برسانی اور یہ بلا واسطہ رب قدیر کی جانب سے نسبت چشتیہ کی ارزانی یہ سب کیا ہے۔ آخر اور کسی چیز کو تھوڑی کہتے ہیں وحی ربانی، بلکہ یہاں تو جناب جبرئیل امین کو بھی نظر انداز کر دیا۔ بلا واسطہ اور ہاتھ میں ہاتھ لے کر اللہ تعالیٰ سے بات چیت ہو رہی ہے۔ (نعوذ باللّٰہ من الکاذبین)

اہلحدیث مولوی کی سوالات دہرانے کی عادت

الحمدللہ! جماعت اہلحدیث کے سارے سوالات کا جواب مکمل ومدلل ہم نے دیا ہے۔ کتابچے میں بہت سے سوالات بار بار ذکر کر کے نمبر کا عدد بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً سوال نمبر ۷ میں لکھتے ہیں اگر چاروں اماموں سے پہلے تقلید جاری تھی یا نہیں اور تھی تو کس کی؟ پھر نمبر ۸ میں لکھتے ہیں کہ اگر چاروں اماموں سے پہلے تقلید جاری تھی تو کس امام کی تقلید جاری تھی اور پھر سوال نمبر ۹ میں ہے کہ چاروں اماموں سے پہلے جس امام کی تقلید جاری تھی اس کا نام کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ ناظرین خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ سوالات لکھنے کا کیا بچکانہ انداز ہے۔ اور بھی متعدد جگہ سوالات کو دہرا کر خواہ مخواہ کاغذ کالے کئے ہیں جو ایک مذاق سی معلوم ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۲۲ میں ہے مقلد قرآن وحدیث کا مطلب سمجھ سکتا ہے یا نہیں اصول وفقہ کی کتابوں میں بھی ہے کہ مقلد قرآن وحدیث سے دلیل لے ہی نہیں سکتا۔ پھر اسی کے آگے سوال نمبر ۴۴ میں ہے مقلد قرآن وحدیث سے دلیل پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟

بہرحال ہم اپنا کام انجام کو پہنچا چکے کوئی سوال ایسا نہیں بتایا جا سکتا کہ جس کا جواب ہمارے بیانات سے ظاہر نہ ہو گیا بلکہ بعض وہ شبہات بھی رفع کر دیئے گئے ہیں جہاں ان کا وہم وگمان بھی نہ پہنچا ہو۔ اب ہمیں قبولیت حق کا انتظار ہے اور ان کے سارے سوالات کا جواب شافی وکافی لکھنے کے بعد اب ہم بھی منکرین تقلید سے کچھ سوالات کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

جماعت اہلحدیث منکرین تقلید سے

چند سوالات

ان میں کافی سوالات تو وہ ہیں جو اس کتاب میں جواب لکھتے وقت ضمناً آ گئے ہیں لیکن یہاں ان کا ہم اعادہ کردیں گے تا کہ ہمارے سوالات کا جواب لکھنے میں انہیں آسانی ہو اور تلاش کرنے کی زحمت نہ ہو۔

(۱) آپ لوگوں نے اپنے فرقے گروہ اور پارٹی کا نام اہلحدیث کیوں رکھا؟ یعنی جب آپ کی پارٹی وجود میں آئی تھی تو آپ نے اس کا نام اہل قرآن وحدیث کیوں نہیں رکھا تا کہ قرآن وحدیث دونوں پر عمل ظاہر ہو یہ کہنے سے کام نہیں چلے گا کہ حدیث والا ہونے کے لئے قرآن والا ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن والا ہونے کے لئے حدیث والا ہونا بھی ضروری ہے تو پھر صرف اہل قرآن پر اکتفاء کیوں نہیں کیا۔ حالانکہ قرآن مرتبے میں حدیث سے بڑھ کر ہے۔

(۲) آپ لوگ ہر بات کی دلیل صرف قرآن وحدیث سے مانگتے ہیں تو قرآن وحدیث سے ثابت کیجئے کہ خود اہل حدیث کہلوانا کہاں آیا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں اہل حق کو مسلمان اور مومن کہا جاتا تھا یا اہلحدیث؟

(۳) تاریخ گواہ ہے کہ آپ کے مذہب یعنی انکار تقلید کی بنیاد اب سے دوسو سال قبل مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی تھی تو اس سے پہلے کے کروڑوں اہل اسلام کیا باطل پرست تھے؟ اگر نہیں تو آپ کا مذہب مکمل باطل ہوا یا نہیں؟

(۴) مولوی اسماعیل دھلوی، میاں نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن خاں بھوپالی اور ثناء اللہ امرتسری یہ سب ادھر دوسو سال کے اندر کے ہیں اور ہندوستان میں اسلام کو آئے ہوئے گیارہ بارہ سو سال ہو گئے تو آپ کے ان مولویوں سے قبل ہزار یا نوسو سال میں جو ہزاروں علماء ہوئے وہ سب مقلد تھے یا غیر مقلد۔ اگر وہ تقلید کے مخالف تھے تو بتایئے ان میں سے کس کس نے تقلید شخصی کی مخالفت میں کون کون سی کتاب لکھی ہے۔ اور ان کتابوں کے مصنفین کے نام کیا ہیں؟ ذرا تفصیل سے جواب لکھئے گا۔

(۵) دور عالمگیری میں بادشاہ محی الدین حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر نگرانی و سرپرستی میں فقہ حنفی پر مشتمل ہندوستان کا آئین بنام فتاویٰ ہندیہ یا فتاویٰ عالمگیر یہ تیار کیا گیا تھا اور اس میں ہندوستان کے چوٹی کے تقریباً سارے علماء شریک و معاون تھے۔ یہاں تک کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب بھی اس علماء کمیشن کے ایک اہم رکن تھے۔ تو اس وقت آپ کی، حنفیت اور تقلید کی مخالف جماعت کہاں تھی؟ تھی بھی یا نہیں اور اگر تھی تو وہ کہاں سو رہی تھی؟ اور اس دور میں ہندوستان کے یہ سارے علماء مع بادشاہ کے گمراہ تھے یا راہ یاب؟

(۶) آپ کی اہلحدیث پارٹی کے ممدوح و محمود، مقصود و مطلوب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی حنبلی مقلد ہیں اس کا اقرار خود آپ لوگوں کو بھی ہے یہاں تک کہ اسی پیش نظر کتابچے پر تقدیم و پیش کش لکھنے والے مشہور و معروف

اہلحدیث عالم ومصنف مولوی رضاء اللہ صاحب عبدالکریم مدنی نے بھی یہ اقرار کیا ہے اپنی تصنیف ''مسئلہ قرأت کی حقیقت'' میں شیخ کے مقلد ہونے پر بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے بلکہ جو ان کو مقلد نہ مانے اس کا رد وابطال کیا ہے۔ اور شیخ کے لڑکے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کے حوالے سے شیخ کی ایک کتاب کا اقتباس یوں نقل کیا ہے۔ میں مدنی صاحب کا کیا ہوا ترجمہ نقل کررہا ہوں۔

ملاحظہ فرمایئے!

''یعنی بلاشبہ ہمارا مذہب اصول دین میں اہلسنّت والجماعت کا مذہب ہے اور ہمارا طریقہ سلف کا طریقہ ہے اور ہم بھی فروع میں امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں۔ چاروں اماموں میں سے ایک کی تقلید کرنے والے پر ہم نکیر نہیں کرتے ہاں ان کے علاوہ جو لوگ غیروں کی تقلید کرتے ہیں تو چونکہ ان کے مذہب مدون ومضبوط نہیں ہیں جیسے روافض زیدیہ اور امامیہ اور ان کے مثل تو ہم ان کو ان کے مذہب کی کسی بات پر عمل کرنے کی اجازت ان کے مذہب فاسد ہونے کی بناء پر نہیں دیتے بلکہ ان کو ائمہ اربعہ (چاروں اماموں) میں سے کسی ایک کی تقلید پر مجبور کرتے ہیں۔''

(صیانۃ الانسان ص ۵۸۲، مطبوعہ ریاض بحوالہ مسئلہ قرأت کی حقیقت)، ص: ۵۱، مطبوعہ دارالقلم رجھا، ضلع بریلی،)

شیخ کا یہ بیان نقل کرنے کے بعد اہل حدیث عالم مولوی مدنی صاحب آگے لکھتے ہیں:

یہ عبارت اور اس جیسی دسیوں شہادتیں شیخ کی کتابوں میں ملتی ہیں جو

صریحاً اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ شیخ، امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے۔ پتہ نہیں کونسی شراب کے نشے میں تھے مولانا مدنی صاحب جس وقت یہ سب نقل کر رہے تھے۔ کیا بھولا پن ہے۔ قربان جایئے کیسی سادگی ہے؟ کہ اپنے گھر کی سب پول کھولے دے رہے ہیں اور نا مقلد ہو کر بھی اپنے دھرم گرو کے مقلد اور پکے مقلد ہونے بلکہ اپنے متبعین کو کسی امام کی تقلید پر مجبور کرنے والے تقلید کے عاشق و دیوانہ ہونے کا صاف اعلان ہی نہیں بلکہ اس کو انہیں کی کتابوں کے حوالے سے مزین و مبرہن فرما رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی باوجود مقلد ہونے کے آپ کے لئے قابل تعریف و ستائش ہیں۔ آپ کے محبوب و معشوق مطلوب و مقصود ہیں۔ تو پھر بچارے عوام مسلمین مقلدین نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ ان کے پیچھے آپ ہاتھ دھو کر کیوں پڑے؟ یہ تقلید کے اوپر اعتراضات کرنے اور سوالنامہ شائع کرنے کی ضرورت کیوں درپیش آئی؟ تقلید کرنے والے حنفیوں، شافعیوں، مالکیوں، حنبلیوں کے خلاف طوفان کھڑا کرنے والو اور تقلید شخصی کو بدعت و گمراہی بتانے والو اگر ذرا بھی شرم ہے تو بتاؤ کیا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، بدعتی و گمراہ اور جہنمی تھا کیونکہ حدیث شریف میں ہر بدعت کو گمراہی اور ہر گمراہی کو جہنمیں میں فرمایا گیا ہے تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بدعتی جہنمی ہونے کا اعلان کرو۔ کیوں وہ مقلد تھا خود کو حنبلی کہتا تھا جس کا اقرار آپ لوگوں کو بھی ہے۔ یہ مت کہہ دینا کہ ہم اس کے بھی پیرو کار نہیں ہے یہ بتاؤ کہ وہ مقلد ہو کر بدعتی تھا کہ نہیں؟

(۷) موجودہ سعودی کی حکومت اور اس کے ذمے دار علماء اور ائمہ مساجد خاص

کر مسجد حرام اور مسجد نبوی کے امام مقلد ہیں یا غیر مقلد۔ اگر وہ غیر مقلد ہیں تو ان کی کتابوں اخبارات ورسائل سے ان کے غیر مقلد ہونے کا ثبوت دیجئے اور وہ مقلد ہیں تو ان کے بدعتی اور جہنمی ہونے کا اعلان کیجئے اور ان کے خلاف فتویٰ شائع کیجئے ورنہ ہم یہ سمجھیں گے کہ چونکہ آپ کو وہاں سے بھاری بھاری رقمیں حاصل ہوتی ہیں اس لئے وہ مقلد ہو کر بھی آپ کے آقا و مولیٰ و ماویٰ بنے ہوئے ہیں اور بچارے غریب ہندوستانی عوام مقلدین کو آپ نے خوامخواہ پریشان کر رکھا ہے انہیں آپ تقلید کی وجہ سے بدعتی اور جہنمی کیوں کہتے رہتے ہیں اور تقلید شخصی پر اعتراضات اور یہ سوالنامے آپ یہاں کیوں شائع کر رہے ہیں ان کو سعودی عرب میں کیوں تقسیم نہیں کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی بتائیے کہ سعودیہ عربیہ خاص کر حرمین شریفین کی مسجدوں میں رمضان میں بیس[۲۰] رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں یا آٹھ[۸] اور جمع کے لئے اذانیں دو ہوتی ہیں یا ایک۔

(۸) تقلید اور عدم تقلید یعنی مقلد اور غیر مقلد ہونے کا اختلاف اصولی ہے یا فروعی اگر یہ اختلاف اصولی ہے یعنی مقلدین سب کے سب گمراہ ہیں۔ اسلام سے خارج ہیں تو سارے مقلدین جو ہوئے اور جو ہیں ان سب کے بارے میں خاص کر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے گمراہ و اسلام سے خارج ہونے کا اعلان کرو۔ اور اگر یہ اختلاف فروعی ہے یعنی کوئی خاص بات نہیں بلکہ ہلکا پھلکا معاملہ ہے اور دونوں فریق صحیح ہیں اور دونوں ہی جنت کے حقدار ہیں تو پھر آپ مقلدین کو بدعتی کیوں کہتے ہیں اور آپ کے نمائندے گاؤں گاؤں، محلے محلے مقلدین میں گھس گھس کر خرافات کیوں پھیلاتے ہیں۔ تراویح آٹھ ہیں یا بیس؟ رفع یدین آمین بالجہر

اور قرأت خلف الامام کے مسائل میں لوگوں سے جھگڑا کیوں کرتے ہیں اور نا مقلدیت کا پرچار کیوں کرتے ہیں۔

حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی کا اختلاف فروعی ہے۔ یعنی سب ایک دوسرے کو حق پر خیال کرتے ہیں۔ تو کہیں سنا کہ کوئی حنفی شافعیوں میں یا حنبلی مالکیوں میں گھس کر اپنے مسلک کا پرچار کرتا ہو یہاں تک کہ نوبت جھگڑے تک کی آئی ہو؟ فروعی اختلاف تو یہ ہے کہ جب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے تو انہیں کے مسلک کے موافق وہاں نماز پڑھی۔

اس واقعے کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ''الانصاف'' صفحہ ۲۸ پر نقل فرمایا ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے:

وصلی الشافعی رحمة الله تعالیٰ علیه قریباً من مقبرة ابی حنفیة فلم یقنت تادباً معهٗ۔

(۹) آپ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کافی ہے کسی امام کی تقلید کو قرآن وحدیث کی نافرمانی اور اس پر زیادتی بتاتے ہیں۔ تو جب قرآن وحدیث کافی ہے تو آپ کے مولوی کتابیں کیوں لکھتے ہیں رسائل وجرائد کیوں چھاپتے، بانٹتے اور بیچتے ہیں۔ شاید آپ فرمائیں ہمارے مولوی کتابیں قرآن وحدیث کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے لکھتے ہیں تو پھر مقلدین ائمہ کو بھی یہ کہنے دیجئے کہ ہم بھی ائمہ کرام کی تقلید قرآن وحدیث کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے کرتے ہیں اور بیشک تقلید ائمہ قرآن وحدیث کو صحیح معنی میں سمجھنے اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کے نزدیک مشائخ ملت اکابر اُمت کی تصنیفات ہدایہ، فتاویٰ قاضی خاں،

فتاویٰ عالمگیری، تو بدعت ہو جائیں اور آپ کے مولویوں کی معیار الحق اور فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ نذیریہ، عین قرآن وحدیث ہو جائیں۔

پہلے اپنے مولویوں کی کتابیں چھاپنا، بیچنا، پڑھنا، پڑھانا بند کرو۔ تاکہ بقول آپ کے قرآن وحدیث کے علاوہ کسی کی ضرورت نہ رہے پھر ہم سے کہو کہ آپ لوگ امام اعظم وشافعی ومالک واحمد بن حنبل کی تقلید کیوں کرتے ہو؟

اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہم اپنے علماء وائمہ کی کتابوں سے انہیں چیزوں پر عمل کرتے ہیں جو قرآن وحدیث کے موافق ہیں تو خدارا یہ بتایئے کہ جب آپ کی جماعت کا ہر شخص اتنا علم رکھتا ہے جو مولویوں کی کتابوں میں یہ دیکھ سکے اور پرکھ سکے کہ کون سی بات قرآن وحدیث کے موافق ہے اور کون سی مخالف تو پھر اس کو ان مولویوں کی کتابوں کی ضرورت ہی کیوں رہے گی۔ سیدھے سیدھے قرآن وحدیث ہی کیوں نہیں پڑھتا۔

اور آپ کے یہ کہنے کے ساتھ ساتھ کہ ہم اپنے مولویوں کی کتابوں سے صرف وہی بات مانتے ہیں جو قرآن وحدیث کے موافق ہیں آپ کو اپنے مولویوں کی کتابوں کی ان باتوں کی ایک فہرست بھی مرتب کر کے شائع کرنا چاہئے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں تاکہ قوم گمراہی سے محفوظ رہے اور یہ کام آپ کو بہت پہلے ہی کر دینا چاہئے تھا اور جب اپنے مولویوں کی غلط باتوں کو آپ میدان میں نہیں لائے تو بتایئے کہ کیا آپ کے مولوی پیغمبروں کی طرح خطا وغلطی سے محفوظ تھے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا سب حق ودرست خطا سے پاک لکھا اور جب آپ کے مولوی خطاؤں سے پاک ہیں تو ہم اگر امام اعظم کی تقلید مسائل فروعیہ اجتہادیہ

میں آنکھ بند کر کے کر رہے ہیں تو آپ کو اس پر اعتراض کیوں؟
خلاصہ یہ کہ منکرین تقلید پہلے اپنے مولویوں کی تمام کتابیں مثلاً نیل الاوطار، معیار الحق، فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ثنائیہ، تقویۃ الایمان وغیرہا کو آگ میں جلائیں اور چھاپنا، بیچنا بند کریں۔ اس کے بعد ہم سے ظاہر الروایۃ قدوری، کنز الدقائق، ہدایہ، فتح القدیر، درمختار، شامی، عالمگیری، فتاویٰ رضویہ، وبہار شریعت وغیرہا کے بارے میں بات کریں کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے تم لوگ انہیں کیوں پڑھتے ہو۔
یہ کہاں کا انصاف ہے کہ آپ کے مولویوں کی کتابیں، رسائل جرائد چھاپے جائیں، بیچے جائیں، پڑھے جائیں، عمل کئے جائیں تو آپ کو قرآن وحدیث کا دھیان نہ آئے اور جب علمائے احناف وشوافع، مالکی وحنبلی حضرات کی کتابیں پڑھی جائیں تو آپ کو قرآن وحدیث یاد آتا ہے اور بکتے ہیں کہ قرآن وحدیث ہمیں کافی ہے اور کسی کتاب یا کسی امام کی ضرورت نہیں۔

(۱۰) آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہمارے مولویوں کی کتابیں بھی سند نہیں ہیں یعنی ان کتابوں سے بھی ہمارے لئے دلیل نہیں لائی جاسکتی۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک کسی کے ممدوح ومحمود اور لائق ستائش وتعریف اور قابل مذمت ہونے کا معیار کیا ہے یعنی کیا وجہ ہے کہ آپ کسی کی تعریف کرتے اور کسی کی برائی کرتے ہیں۔ مثلاً مولوی اسماعیل دہلوی کی تعریف میں آپ زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں اور اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کو گالیاں دینا آپ کا مذہب بن گیا ہے حالانکہ ان کی ہر بات سے تو آپ

کو بھی اختلاف نہیں ہے ہزاروں عقائد و مسائل ایسے ہیں جو آپ کے نزدیک بھی انہوں نے صحیح لکھے ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کی فرضیت، جوئے، شراب، مردار اور خون وسور کی حرمت۔

قادیانیت اور رافضیت وچکڑالویت کا رد وابطال وغیرہا بے شمار باتوں میں آپ کو ان سے اتفاق ہے، تو اعلیٰ حضرت، کی بھی آپ کو تعریف وتوصیف کرنا چاہئے تھی اگر چہ جو باتیں ان کی آپ کی سمجھ کے خلاف تھیں ان کو نہ مانتے لیکن آپ ان کے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے اور پوری ایک کتاب بنام ''بریلویت'' ان کی تنقیص وتوہین میں لکھ کر چھاپ دی۔ جب کچھ باتیں غلط اور کچھ صحیح لکھنے اور بتانے والا بھی آپ کے نزدیک لائق تعریف ہے تو علماء بریلی کو آپ نے کیوں چھوڑا اور ہر بات میں سوائے خدا اور رسول کے کوئی معتبر نہیں تو دہلوی، امرتسری، قنوجی، اپنے مولویوں کو آپ نے کیوں امام بنا رکھا ہے یعنی ان مولویوں کو آپ نے سب صحیح کی بنیاد پر مانا ہے یا کچھ غلط اور کچھ صحیح کی بنیاد پر؟

ذرا وضاحت کے ساتھ جواب دیجئے!

(۱۱) چودہ سو سال کے اس عرصے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد امت مسلمہ میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں کہ نہیں؟ کہ قرآن وحدیث کے معاملے میں جن پر اعتبار کیا جائے اور ان کے علم وعمل تقویٰ وطہارت کی بنیاد پر امت کے پڑھے بے پڑھے مسلمان ان کی باتوں پر یہ سوچ کر اعتبار وبھروسہ کریں کہ یہ اچھے بھلے قابل عالم لوگ ہیں یہ ہمیں جو کچھ بتائیں گے خدا اور رسول کی ہی بات بتائیں گے۔ اگر ایسے کچھ آپ کی نظر میں ہیں تو ان کے نام بتایئے اور

اگر نہیں تو اعلان کیجئے کہ امت محمدی معاذ اللہ تبارک وتعالیٰ جھوٹوں کی امت ہے اس پوری اُمت میں کوئی بھی قابل اعتبار شخص نہیں؟

اور خود اپنے مولویوں ابن قیم ابن تیمیہ قاضی شوکانی، اسماعیل دہلوی، نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں بھی اعلان کیجئے کہ یہ سب نا قابل اعتبار لوگ ہیں۔

یہ کہنے سے کام نہیں چلے گا کہ معصوم، بے خطا کوئی نہیں یہ بتایئے کہ قابل اعتبار کوئی ہے یا نہیں یعنی یہ بتایئے کہ ایسا کوئی ہے یا نہیں کہ جس کی پیروی سے خدا اور رسول تک پہنچا جا سکے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ فِیْ الْاُولیٰ وَالْاٰخِرَة

☆☆☆☆☆

☆☆☆

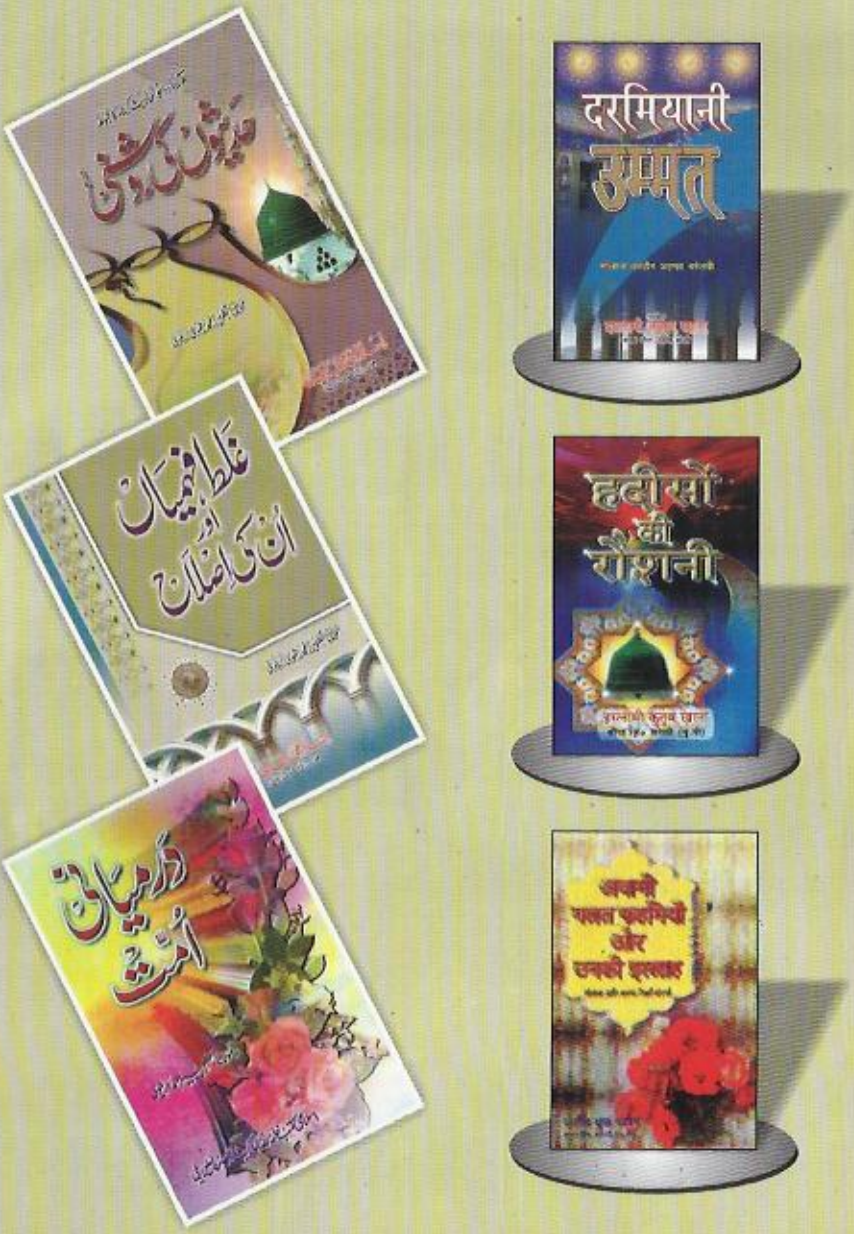

Islami Kutubkhana

Raza Market, Dhounra, Distt. Bareilly, U.P.-243204
Ph.: 0581-2623043, Mob.: 9319295813